

(۵۴)

سُوْرَہُ قَمَرْ [1]

جمہور کے نزدیک مکی ہے اور اس میں پچپن آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ پاس آلگی وہ گھڑی 54-1

---

[1] اس سورت کا دوسرا نام "اقتربت" بھی ہے۔ یعنی جس کلمہ سے اس کی ابتدا ہے اوسی نام سے اس کو موسوم کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ انھا تدعی فی التوراۃ المبیضۃ تبیض وجہ صاحبھا یوم تسود الوجوہ۔ (بیہقی) توریت شریف میں اس کا نام "مبیضہ" لکھا ہے۔ یعنی جس دن اوروں کے چہرے سیاہ پڑجائیں گے اوس دن اس سورت کے حفظ کرنے والوں یا پڑھنے والوں کے چہرے

(قیامت کی) اور پھٹ گیا چاند "

(بقیہ حاشیہ لہ صفحہ گذشتہ)

(اس کی برکت سے) سفید (نورانی) ہوں گے "کسی چیز کے ایک سے زیادہ نام اوس کی فضیلت اور شرف کی علامت ہے۔

۲ہ مقاتل کہتے ہیں: ۔مکیۃ الا ثلاث آیات ام یقولون الی وامر ۔ پوری سورت مکیہ ہے مگر ام یقولون سے وامر تک تین آیتیں مدنیہ ہیں " بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ صرف سیھزم الجمع والی آیت مدنیہ ہے ۔ ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی مکیہ ہے ۔حضرت عمر بن خطاب رض فرماتے ہیں: ۔قلت یا رسول اللہ ای جمع یھزم فلما کان یوم بدر وا نھزمت قریش نظرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آثارھم مصلتا بالسیف وھو یقول سیھزم الجمع و یولون الدبر فکانت لیوم بدر (سیھزم الجمع والی آیت مکہ میں نازل ہوئی تو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کونسی جماعت شکست کھائے گی؟ (آپ نے کچھ جواب ادا نہ فرمایا) جب یوم بدر آیا اور قریش کی شکست رونما ہوئی تو میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ تلوار سونتے ہوئے اون کا تعاقب فرما رہے ہیں اور یہ آیت (زور زور سے) پڑھتے جا رہے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے) اب یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور یہ سب پیٹھ پلٹا دیں گے" (تب مجھے

اقتربت الساعۃ کی تفسیر اور قرب قیامت کی مثال

مطلب یہ کہ قیامت کی ساعت جس کا وعدہ اللہ سبحانہ نے دیا اور جس کی اطلاع انبیائے سابقین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے ذریعہ ہر زمانہ میں ملتی رہی قریب آچکی ہے اور اوس کے قیامُ وقوع کا زمانہ اتنا نزدیک ہوچکا ہے کہ وہ ساعت پاس آلگی ہے۔ اب غفلتُ

(بقیہ حاشیہ ۲ صفحہ گذشتہ)

معلوم ہوا کہ) یہ آیۃ کریمہ یوم بدر کی پیشگوئی کر رہی تھی" ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:۔ نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ وانی لجاریۃ العب بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر۔ (بخاری شریف) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ ہی میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جب کہ میرا بچپن تھا اور میں کھیلتی تھی۔ بل الساعۃ موعدھم یعنی ایک ساعۃ کا اون کفار قریش کو وعدہ دیا گیا ہے وہ ساعت نہایت کٹھن اور تلخ تر ہوگی"۔ ان روایات کی بنا پر جمہور کا یہ کہنا ہے کہ پوری سورت مکیہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کی آخری دو آیتیں ان المتقین سے مدنیہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳ سورۂ نجم کے آخر میں تھا۔ ازفت الآزفۃ ۔ "آپہنچنے والی ساعت آپہنچی" اور اس سورت شریفہ کی ابتدا یوں ہے:۔ اقتربت الساعۃ ۔ وہ ساعت (قیامت)

تسائل مفید نہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۔ان اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳ے)

پاس آلگی" اس سے دونوں سورتوں کی مناسبت بالکل واضح ہے کہ قیامت کا بیان جو اوس کے آخر میں شروع ہوا تھا اس میں اوس پر مزید روشنی ڈالی جارہی ہے۔نیز یہ کہ والنجم سے پہلے کی سورت والطور کا اختتام فسبحہ وادبار النجوم پر ہوا تھا اوس کے بعد والی سورت کا آغاز جس طرح والنجم سے ہوا۔ٹھیک اُسی طرح سورۂ والنجم کے ختم پر سورۂ قمر کا آغاز ہوا۔علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ۔نجم (ستارہ) اور قمر (چاند) میں جو مناسبت ہے وہ بھی ظاہر ہے۔مزید لطف یہ ہے کہ والنجم میں جن امم ماضیہ (عاد، ثمود، وغیرہ) کا بیان ہوا تھا اس میں بھی امم مذکورہ کا بیان آرہا ہے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو والطور، والنجم، اور سورۂ قمر کی ترتیب یکے بعد دیگرے کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ یہ تمام سورتیں ایک دوسرے سے مربوط، اور ایک ہی سلسلہ کی یہ کڑیاں ہیں۔سورت سابقہ کا نام "نجم" تھا تو اس سورت شریفہ کا نام "قمر" ہے۔نام کے اعتبار سے بھی تناسب وترتیب ظاہر ہے۔ (روح المعانی)

ےـ الساعة جزء من اجزاء الزمان ويعبّر به عن القيامة قال اقتربت الساعة تشبيها بذلك لسرعة حسابه (مفردات) اولانّها

جعل الدنیا کلها قلیلا فما بقی منها قلیل من قلیل، ومثل

(بقیہ حاشیہ کے صفحہ گذشتہ)

تقوم فی آخر ساعة من ساعات الدنیا او لانها ساعة خفیفة یحدث فیها امر عظیم (روح البیان) وقیل الساعات التی هی القیامة ثلاثة الساعة الکبریٰ وهی بعث الناس للمحاسبة وهی التی اشار الیها بقوله علیه السلام لا تقوم الساعة حتی یظهر الفحش والتفحش و حتی یعبد الدرهم والدینار الی غیر ذلك وذکر امورا لم تحدث فی زمانه ولا بعده والساعة الوسطی وهی موت اهل القرن الواحد وذلك نحو ما روی انه رأی عبد الله بن انیس فقال ان یطل عمر هذا الغلام لم یمت حتی تقوم الساعة فقیل انه آخر من مات من الصحابة والساعة الصغریٰ وهی موت الانسان فساعة کل انسان موته (مفردات) زمانہ کے ایک جزو کو "ساعت" کہتے ہیں اور اس ساعت سے "ساعت قیامت" مراد لی جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا:— اقتربت الساعة۔ قیامت پاس آلگی"۔ چوں کہ اوس دن فوری حساب دینا ہوگا اس لئے قیامت کو ساعت قرار دیا گیا"۔ کہتے ہیں کہ قیامت کی تین ساعتیں ہیں۔

مابقی مثل الثعب شرب صفوہ وبقی کدرہ ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پوری

(بقیہ حاشیہ ۱؎ صفحہ گذشتہ)

۱؎ "ساعت کبریٰ" جس میں حساب دینے کے لئے سب لوگ قبروں سے اوٹھائے جائیں گے ۔ چنانچہ اس حدیث شریف میں اسی ساعت کی طرف اشارہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: ۔ قیامت قایم نہ ہوگی تا آں کہ فحش اور بے حیائی ظاہر نہ ہو ۔ اور درم و دینار وغیرہ کی پرستش نہ ہونے لگے" اس میں اور بھی امور ارشاد ہوئے جن کا آپ کے زمان مبارک اور مابعد زمانہ میں وجود نہ تھا ۔ (وہ امور قرب قیامت کے زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والے تھے) ۲؎ "دوسری ساعت وسطیٰ" (درمیانی) اس سے کسی ایک قرن والوں کی موت مراد ہے ۔ روایت ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن انیسؓ کو دیکھ کر فرمایا اس لڑکے کی عمر دراز ہو تو یہ قیامت کو دیکھے بغیر نہ مریگا" چنانچہ کہتے ہیں کہ ان کی وفات صحابہ میں سب کے بعد ہوئی"

فقیر عرض کرتا ہے کہ اس میں ایک پرفتن دور کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے شروع ہوا اور محاربات جمل وصفین سے گزرتا ہوا واقعہ فاجعہ کربلاء و قتال حرہ وقتال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ختم ہوا اور مجاہدین اسلام جو ساری دنیا کو فتح کر لینے کے لئے کافی تھے وہ باہمی آویزش اور خانہ جنگیوں کا شکار ہو گئے جو قیامت سے کم نہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مدت دنیا کو (آخرت کے مقابلہ میں) قلیل یعنی مختصر سی فرمایا (اوس میں سے ایک حصہ تو گزر چکا) اب جو باقی رہ گیا ہے وہ قلیل میں سے بھی قلیل ہی ہے اور باقیماندہ مدت کی مثال ایک تالاب کی سی ہے جس کا صاف پانی (جو اوپر اوپر رہتا ہے وہ تو) پی لیا گیا' اب صرف گدلا حصہ رہ گیا ہے"۔ یعنی اب لطف باقی نہیں رہا۔ کسی طرح باقی ماندہ پانی ہی پینا اور عمر گزارنی ہے۔ اگر لطف زندگی کی سعی کروگے تو یہ سعی لاحاصل ہوگی۔ اور اگر اس سے اپنی توجہ ہٹا کر دار آخرت کی

(بقیہ حاشیہ ۴ صفحہ گذشتہ)

عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی اور ان واقعات کا دوران ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک رہا جس سے پایا جاتا ہے کہ موصوف حسب ارشاد رسالت پناہیؐ ان قیامت خیز واقعات کا ابتدائی اور وسطی دور دیکھ چکے تھے۔

رہا یہ کہ " ان کی وفات صحابہ میں سب کے بعد ہوئی " محل تامل ہے کیوں کہ عہد صحابہ کا سلسلہ ۱۱۰ھ تک تبلایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ راوی کی مراد تمام صحابہ نہ ہو بلکہ وہ صحابہ مراد ہوں جو اوس مجلس مبارک میں حاضر تھے۔ اور عبداللہ بن انیسؓ کی وفات ان سب کے بعد ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

۳

" تیسری ساعت صغریٰ " ہے اس سے ہر انسان کی موت مراد ہے لہذا ہر انسان کی موت' اوس کی قیامت ہے "

سعی کرو گے تو کامیاب رہو گے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:۔ ومن اراد الآخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئک کان سعیھم مشکورا۔" اور جو کوئی آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اوس کے لئے جیسی سعی کرنی چاہیے ایسی سعی کرتا ہے تو یہی لوگ ایسے ہیں جن کی سعی قابل قدر ہوگی۔"

قربِ قیامت کی دوسری مثال حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔ مثلی ومثل الساعۃ کفرسی رھان۔ میری مثال اور قیامت کی مثال شرط کے دو گھوڑوں کی سی ہے۔" جو ایک ساتھ کسی جگہ سے چھوڑے جاتے ہیں۔ دونوں کی رفتار خوب تیز ہوتی ہے مگر اون میں سے کوئی ایک آگے نکل جاتا اور میدان جیت جاتا ہے۔ اور دوسرا پیچھے رہ جاتا ہے مگر وہ پیچھے چھوٹ نہیں جاتا۔ کچھ ہی وقفہ سے وہ بھی پہنچ ہی جاتا ہے۔

فرس سے فارس بھی مراد لیا جاسکتا ہے جس طرح ظرف سے مظروف مراد ہوسکتا ہے۔ اس اعتبار سے معنی یوں ہوں گے کہ شرط کے دو گھوڑوں میں سے ایک پر میں سوار ہوں اور دوسرے پر قیامت۔ لیکن میرا گھوڑا آگے نکل گیا اور میں میدان جیت گیا۔ قیامت میرے پیچھے رہ گئی ہے۔ مگر اوس کے آنے میں بھی زیادہ دیر نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ بھی برق رفتار گھوڑے پر سوار ہے۔ اب آموجود ہوتی ہے جب یا۔

وانشق القمر کی تفسیر وانشق القمر ۔ اور چاند پھٹ گیا۔ ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ قریش نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا (ان میں ابوجہل پیش پیش تھا۔ حضور انورؐ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ اس پر ابوجہل اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کیا مطالبہ کیا جائے۔ ایک یہودی نے کہا کہ یہ ساحر ہیں۔ سحر صرف زمین پر چل سکتا ہے۔ آسمان پر نہیں چل سکتا۔ لہٰذا فرمایش یہ ہونی چاہیے کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ ابوجہل نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور یہی فرمایش کی۔[1]) حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا اس کی خواہش کرنے والے ایمان لائیں گے؟ کہا کہ ضرور ایمان لائیں گے۔ آپؐ نے اللہ سبحانہ سے التجا فرمائی۔ بدر کامل کی رات تھی۔ فوراً چاند پھٹ گیا۔ ایک حصہ داہنی طرف جھک گیا اور دوسرا بائیں طرف۔ اور دونوں حصوں کے درمیان سے پہاڑ نظر آنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ دیکھ لو (چاند شق ہو گیا ہے) حاضرین میں سے ہر ایک نے دیکھا اور انشقاق قمر کی حالت کا صاف طور پر سبھوں نے برأی العین

---

[1] روح البیان بحوالہ امام زاہدؒ۔ احبار یہود کا اس وقت موجود ہونا ابن عباسؓ کی ایک روایت میں بھی مذکور ہے۔ کما اخرجہ ابو نعیم من طریق الضحاک۔ (درمنثور) عجب نہیں کہ احبار یہود ہی نے ایسا مشورہ دیا ہو۔ واللہ اعلم

مشاہدہ کیا۔ جب سب کے سب دیکھ چکے تو چاند کے دونوں حصے مِل گئے مگر بدعہد یہود اور کفارِ قریش اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ ایک نے کہا کہ باہر سے آنے والے مسافروں سے دریافت کرنا چاہیے اگر یہ صورت نظر بندی کی ہے تو مسافرین اس کی تصدیق نہ کریں گے۔ چنانچہ اُن سے دریافت کیا گیا۔ سبھوں نے تصدیق کی کہ فلاں رات ہم نے بھی اس کو دیکھا یہ مسافر مختلف اسمات سے آئے ہوئے تھے۔ اس باب میں احادیث شریفہ بکثرت ہیں۔ ہم بطور اختصار چند حدیثیں نقل کرتے ہیں جن سے اس واقعہ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

شق القمر احادیث شریفہ کی روشنی میں

۱۔ سأل اهل مكة النبى صلى الله عليه وسلم آية فانشق القمر بمكة فرقتين۔ (عبدالرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابن جریر، ابن المنذر، ترمذی، ابن مردویہ، بیہقی، عن انسؓ) اہلِ مکہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ کی درخواست کی تو مکہ ہی میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔"

۲۔ حتى رأوا حراء بينهما۔ (بخاری، مسلم، ابن جریر عن انسؓ) یہاں تک کہ دونوں ٹکڑوں کے درمیان سے حراء کا پہاڑ نظر آنے لگا۔"

۳۔ مجاھد عن ابی معمر عن ابن مسعودؓ قال رأیت القمر منشقا شقتین بمکۃ قبل ان یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم شقۃ علی ابی قبیس وشقۃ علی السویداء قال مجاھد یقول لما رأیتم القمر منشقا فان الذی اخبرکم عن اقتربت الساعۃ حق۔ (عبد بن حمید، حاکم بروایت صحیح، ابن مردویہ، بیہقی) مجاہد، ابومعمر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے مکہ میں آپؐ کی ہجرت سے پہلے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر تھا اور دوسرا سویداء پر۔" مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ میں ارشاد باری یہ ہو رہا ہے کہ تم نے جس طرح چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھ لیا اسی طرح جس نے قرب قیامت کی خبر دی ہے وہ بھی حق ہے۔"

۴۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشھدوا۔ (عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ عن ابن مسعودؓ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوب دیکھ لو۔"

۵۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال رأیت القمر علی الجبل وقد انشق فابصرت الجبل من بین فرجتی القمر۔ (امام احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، حاکم

ابن مردویہ، ابونعیم) عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے چاند کو پہاڑ پر دیکھا کہ پھٹ گیا ہے۔ اور اوس کے دو شگافوں کے درمیان سے پہاڑ نظر آرہا ہے۔"

۶۔ عن جبیر بن مطعمؓ قال انشق القمر ونحن بمکۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی صار فرقتین فرقۃ علی ھذا الجبل[۴] فقال الناس سحرنا محمدؐ فقال رجل ان کان سحرکم فانہ لا یستطیع ان یسحر الناس کلھم۔ (امام احمدؒ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، حاکم، ابونعیم، بیہقی) جبیر بن مطعمؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کا واقعہ ہے جب کہ ہم مکہ میں تھے، چاند شق ہو گیا، اوس کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور ایک اوس پہاڑ پر ہو گیا۔ کفار کہنے لگے کہ محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا۔ اس پر ایک نے کہا کہ اگر انھوں نے تم پر جادو کر دیا ہے (تو خیر ایسا ہو سکتا ہے لیکن) وہ تمام دنیا کے لوگوں پر تو سحر نہیں کر سکتے۔"

۷۔ انتظروا ما یأتیکم بہ السفار .... فجاء السفار فسألوھم فقالوا نعم قد رأیناہ۔ (ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابونعیم، بیہقی، عن ابن مسعودؓ) باہر سے آنے والے کیا خبر لاتے ہیں اوس کا انتظار کرو .... چنانچہ (جیسے جیسے) وہ آتے یہ ان سے پوچھتے، وہ کہتے کہ ہاں واقعی ہم نے بھی اسکو دیکھا۔

۴۔ و فی روایۃ علی ھذا الجبل

۸ ـ اجتمع المشرکون علی محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منھم الولید بن المغیرۃ' وابوجھل بن ھشام' والعاصی بن وائل' والعاصی بن ھشام' والاسود بن عبد یغوث' والاسود بن عبد المطلب' وزمعۃ بن الاسود' والنضر بن الحرث فقالوا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان کنت صادقا فشق لنا القمر فرقتین نصفا علی ابی قبیس ونصفا علی قعیقعان فقال لھم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فعلت تؤمنوا قالوا نعم وکانت لیلۃ بدر فسأل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ربّہ ان یعطیہ ما سألوا فامسی القمر قد مثّل نصفا علی ابی قبیس و نصفا علی قعیقعان ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینادی یا ابا سلمۃ بن عبد الاسود والارقم ابن ابی الارقم اشھدوا۔ (ابونعیم عن ابن عباسؓ) حضرت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں مشرکین جمع ہوئے جن میں ولید بن مغیرہ' ابوجہل بن ہشام' عاصی بن وائل' عاصی بن ہشام' اسود بن عبد یغوث' اسود بن عبد المطلب' زمعہ بن اسود اور نضر بن حرث بھی تھے۔ آپؐ سے کہنے لگے۔ اگر آپؐ سچے (نبی رسول) ہیں تو ہمارے سامنے اس چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے۔ نصف ابوقبیس پر اور نصف قعیقعان پر ہو۔

آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو ایمان لاؤ گے؟ سبھوں نے کہا ہاں۔ یہ لیلۃ البدر تھی' آپؐ نے دعا فرمائی کہ پروردگار! ان کی منہ مانگی مراد دیجئے۔ بس کیا تھا چاند (پھٹ کر) نصف ابوقبیس پر اور نصف قیقعان پر ہو گیا' اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ بن عبدالاسود اور ارقم بن ابو الارقم کو آواز دی کہ دیکھ لو۔"

۹۔ حضرت ابن عباسؓ کی اور ایک روایت میں ہے:۔ فنظروا ثم قالوا بابصارھم فمسحوھا ثم اعادوا النظر فنظروا ثم مسحوا اعینھم ثم نظروا فقالوا یا محمدؐ ماھذا الا سحر ذاھب فانزل اللہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ (ابونعیم) سبھوں نے شق القمر کو دیکھا' پھر اپنی نظروں پر شبہ کیا۔ اور آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا تو وہی دکھائی دیا' پھر اپنی آنکھیں مل لیں پھر دیکھا (تو وہی دیکھا تین تین دفعہ آنکھیں مل مل کر دیکھنے پر بھی شق القمر ہی نظر آیا) تو کہنے لگے۔ محمد! یہ تو جادو کے سوا کچھ نہیں جس کا سلسلہ چلتا ہی جا رہا ہے۔ اوس وقت اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اقتربت الساعۃ وانشق القمر کو نازل کیا۔"

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قال خطبنا حذیفۃ بن الیمانؓ

بالمدائن فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اقتربت الساعۃ وانشق القمر الا وان الساعۃ قد اقتربت الا وان القمر قد انشق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وان الدنیا قد آذنت بفراق الا وان الیوم المضمار غداً السباق' (ابن ابی شیبہ' عبد بن حمید' عبداللہ بن احمد' ابن جریر' ابن مردویہ' ابونعیم) ابو عبدالرحمٰن سلمی نے کہا کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما (صاحب اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدائن میں ہم کو خطبہ دیا تو اوس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا:—

ساعت قیامت قریب آ پہنچی' اور چاند پھٹ گیا' آگاہ رہو کہ قیامت بہت ہی نزدیک آ گئی۔ خبردار ہو جاؤ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا' ہوشیار ہو جاؤ کہ دنیا جدائی کی اطلاع دے چکی'' ہاں ہاں آج وعدہ ہے اور کل (فردائے قیامت) مسابقت ہے۔

شق القمر تواتر سے ثابت ہے

الغرض اس باب میں احادیث شریفہ بکثرت وارد ہوئی ہیں جن کی بنا پر علامہ سید شریف رح نے تصریح فرمائی ہے کہ شق القمر کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے چنانچہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:— انہ متواتر۔ اور علامہ سبکی رح نے مختصر ابن حاجب کی شرح میں

لکھا ہے :۔ الصحیح عندی انّ انشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن مروی فی الصحیحین وغیرھما من طرق شتّی بحیث لا یمتری فی تواترہ ۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چاند کا پھٹ جانا متواتر ہے قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے۔ صحیحین (بخاری ومسلم) وغیرہ میں تک اس کی روایات موجود ہیں جو طرق مختلفہ سے اس طرح ثابت ہیں کہ اس کے تواتر میں شک شبہ نہیں ہے ۔"

شق القمر بدرجۂ تنزّل حدیث مشہور سے ثابت ہے

چنانچہ اسکی روایات صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہیں جن میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، ابن عباس، حذیفہ بن الیمان، جبیر بن مطعم، ابن عمر وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں ۔ ابن مسعودؓ اور جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ ہم اوس وقت وہاں موجود تھے اور چاند کو شق ہوتا ہوا بچشم خود دیکھا ۔ اگر ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ اوس وقت موجود نہ تھے تو ان کی حدیث کی صحت متاثر نہیں ہوسکتی ۔ بعضوں نے تواتر میں کلام کیا ہے۔ اس بنا پر ——— یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث متواتر نہیں تو حدیث مشہور ضرور ہے ۔ واللہ اعلم ۔

شق القمر پر اجماع ہے شق القمر کے واقعہ پر اجماع ہے۔ حافظ زین الدین عراقیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں :۔ وانشق مرّتین بالاجماع (چاند بالاجماع دو بار شق ہوا۔" غالباً یہ اس بنا پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت یہ ہے :۔ قال رأیت القمر منشقا شقتین مرّتین بمکۃ قبل مخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ آپؓ نے کہا کہ میں نے چاند کو دو حصوں میں پھٹا ہوا دو دفعہ مکہ میں دیکھا۔ ابھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔" (عبد بن حمید، حاکم بروایت صحیحہ، ابن مردویہ، بیہقی بطریق مجاہد از ابی معمر) اس روایت میں "شقتین" کے بعد "مرّتین" کی بھی تصریح ہے۔ مگر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :۔ اظن ان قوله بالاجماع یتعلق بانشق لا بمرّتین فانی لا اعلم من جزم من علماء الحدیث بتعدد الانشقاق فی زمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولعل قائل مرّتین اراد فرقتین وھذا الذی لا یتجه غیرہ جمعا بین الروایات میرا ظن غالب یہ ہے کہ حافظ عراقی کے قول "بالاجماع" کا تعلق لفظ "انشق" سے ہے "مرّتین" سے نہیں ہے (اس اعتبار سے حافظ عراقیؒ کے قول کا یہ مطلب ہوگا کہ چاند

بالاجماع شق ہوا (بلکہ) دو بار ہ") کیوں کہ عہد مبارک نبویؐ میں شق القمر کے تعدد کا علماء حدیث میں سے کسی نے یقین کیا ہو میرے علم میں نہیں ہے اور دیگر اہل علم بھی جو "مرتین" کہتے ہیں اون کی مراد "فرقتین" ہو گی (یعنی دو ٹکڑے ہوا نہ کہ انشقاق دو دفعہ ہوا) تمام روایات جو اس باب میں آئی ہیں اون کے مدنظر یہی توجیہ ہو سکتی ہے"

شق القمر کیا دو بار ہوا؟ علامہ الوسی بغدادی صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں:۔ والذی عندی فی تاویل ذلك ان مرتين فی کلام ابن مسعودؓ قيد للرويه وتعددها لا يقتضی تعدد الانشقاق بان يكون راٰه منشقا فصرف نظره عنه ثم اعاده فراه كذلك لم يتغير ففيه اشارة الى انها روية لا شبهة فيها وقد فعل نحو ذلك الكفرة - میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں لفظ مرتین جو آیا ہے اوس کا تعلق رویت سے ہے اور رویت دو دفعہ ہونے سے انشقاق بھی متعدد بار ہونا لازم نہیں - یہ ہو سکتا ہے کہ ابن مسعودؓ چاند کو پھٹا ہوا دیکھا - پھر اپنی نظر اوس سے ہٹالی پھر دوبارہ دیکھا تو اس دفعہ بھی چاند کے انشقاق میں کوئی تغیر نہیں پایا (یعنی دوبارہ بھی وہ پھٹا ہوا ہی نظر آیا)

اس میں یہ ایما مقصود ہے کہ جو رویت ہوئی اوس میں کسی شبہہ کی گنجائش نہیں۔ کفار قریش نے بھی ایسا ہی دو دو تین تین دفعہ آنکھیں مل مل کر دیکھا تھا" یہ روایت اوپر بصراحت گزر چکی ہے۔ اس کے بعد علامہ الوسیؒ فرماتے ہیں: فلو قال احد هؤلاء رأيت القمر منشقا ثلاث مرات علی معنی تعدد الرویة صح بلا غبار، ولم یقتض تعدد الانشقاق فلیخرج کلام ابن مسعودؓ علی هذا الطرز لیجمع بین الروایات۔ اس اعتبار سے اگر (اس طرح تین تین دفعہ دیکھنے والوں میں سے) کوئی یہ کہے کہ میں نے شق القمر کو تین دفعہ دیکھا تو اوس کا یہ کلام بے کھٹکے صحیح ہوگا اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ انشقاق تین دفعہ ہوا لہذا حضرت ابن مسعودؓ کے کلام کا مفہوم بھی یہی لیا جانا چاہیے تاکہ جملہ روایات کے مطابق ہو"

شق القمر اہل ایمان کی نظر میں

بہرحال شق القمر کا معجزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پیشتر ظاہر ہونے پر اجماع ہے۔ خیر القرون سے لے کر اس دور تک نقل متواتر و مشہور سے ثابت ہے۔ محدثین، مفسرین، فقہا، متکلمین، ارباب سیر، اصولیین، علما و ائمہ مجتہدین، اولیاء امت اور عارفین، خواص و عوام مومنین، سب ہی اس کے قائل ہیں۔ اور انشاء اللہ تا قیامت قائل

رہیں گے۔ امام سبکیؒ فرماتے ہیں :-

وبدر الدیاجی انشق نصفین عندما

ارادت قریش منك اظهار آیة

بدر الدجی شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا جبکہ قریش نے آپؐ سے اظہار معجزہ کی درخواست کی"

امام بوصیریؒ صاحب بردہ لکھتے ہیں :-

اقسمت بالقمر المنشق ان لہ من قلبہ نسبة مبرورة القسم

میں پھٹے ہوئے چاند کو گواہ رکھ کے کہتا ہوں کہ اگر کوئی بحلف یوں کہے کہ اس کو آپؐ کے شق کئے ہوئے قلب مبارک سے نسبت و مشابہت ہے تو اوس کا یہ حلفیہ قول صحیح ہوگا"

نیز امام بوصیریؒ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں :-

شق عن صدرہ وشق لہ البدر ومن شرط کل شرط جزآء

چوں کہ آپؐ کا سینہ مبارک دو دفعہ چاک کیا گیا تھا اس لئے آپ کی خاطر بدر کامل بھی شق ہو کر دو نیم ہو گیا کیوں کہ ہر شرط کے ساتھ اوس کی جزا لازم ہے" یہ مضمون بالکل اس طرح ہے جیسا کہ صائب نے کہا ہے :-

ہر محنتے مقدمہ راحتے بود شد ہمزبان حق چو زبان کلیم سوخت

ہر تکلیف (جو دنیا میں کسی کو پہنچتی ہے) کسی نہ کسی راحت و آرام کا پیش خیمہ ہی جیسا کہ بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان جل گئی تھی تو اللہ سبحانہ نے اون کو اپنی ہم کلامی کا شرف عنایت فرمایا اور آپ "کلیم اللہ" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ؎

ماہ را انگشت او بشگافتہ مہر از فرمانش از پس تافتہ (عطارؒ)

پس قمر کہ امر بشنید و شتافت پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت (مولٰنا رومؒ)

حقیقت یہ ہے کہ معجزہ 'شق القمر' قرآن کریم کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "فلق البحر" کا معجزہ ملا تھا جو آیات ارضیہ سے تھا' تو آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو "شق القمر" کا معجزہ عنایت ہوا۔ جو آیات سماویہ سے ہے۔ دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زمین و آسمان میں ہے۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شق القمر کی نسبت فلاسفہ کا شبہہ میدان شعر وسخن بہت وسیع ہے۔ مفسر کو اس سے واسطہ نہیں مذکورہ اشعار' کلام صلحا' و عارفین ہے۔ یہ سب ایک طرف مگر فلسفی کہ خدا اس طبقہ کو سمجھ دے وہ ایک طرف ہے۔ وہ ہر چیز کو صرف اپنے

خود ساختہ ناقص فلسفہ ہی کی عینک سے دیکھنے کا عادی ہے۔ شق القمر اوس کی سمجھ میں ہی نہیں آتا۔ ایک شق القمر پر ہی کیا موقوف ہے شرح صدر اور شق القلب اوس کی سمجھ میں کب آیا؛ فلق البحر اور انفجار حجر کو اوس نے کب سمجھا، عصا و ید بیضا کو اوس نے کب تسلیم کیا۔ احیاء موتیٰ، ابراء اکمہ و ابرص کو اوس نے کب مانا، واقعہ معراج کا وہ کب قائل ہوا۔ اسی طرح انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صدہا معجزات اور ہزارہا اولیاء اللہ کے لاکھوں کرامات ہیں جو وہ بھی اپنے اپنے انبیاء متبوعین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کے معجزات ہیں اور ان کرامات کا سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا مگر فلسفی کے دماغ میں قیامت تک کوئی معجزہ یا کرامت نہ آسکیگی اس لئے بہتر یہی کہ ان بیچاروں کو معذور ہی سمجھا جائے۔ اصل یہ ہے کہ فلاسفہ ہر چیز کو عادت یا عقل کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر معجزہ اور کرامت خرق عادت ہے۔ روحانیات سے بے خبر لوگ اپنے انہیں محدود حواس خمسہ سے ہر چیز کو جاننا چاہتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ کسی کی یہ خواہش ہو کہ نور و ظلمت کو بصارت سے ہٹ کر سماعت کے ذریعہ معلوم کرے یا عمدہ اطعمہ و مشروبات کو آنکھوں سے دیکھ کر لذت گیر ہو یا پھول

یا عطر کی بو کو چھو کر معلوم کرے یا حسن وجمال کا ادراک اس کو کانوں کے ذریعہ ہو جایا کرے۔ ایسے شخص کو آپ کیا کہیں گے جو اپنے حواس خمسہ کے غلط استعمال کی وجہ حیران و سرگرداں ہو کر اعلان کرتا پھرے کہ کسی چیز کا مجھے ادراک نہیں ہوتا اس لئے اُس کا انکار کرتا ہوں۔ اس شخص کے متعلق آپ کی یہی رائے ہو گی کہ ع "براین عقل و دانش بباید گریست"۔ نیز وہ سبب کو دیکھتے ہیں مسبب پر اون کی نظر نہیں۔ اون کو ہر شئے کی علت کی تلاش رہتی ہے۔ خداوند تعالی کی ذات علۃ العلل ہے وہاں تک ان کی رسائی ہی نہیں۔ پھر یہ خوارق عادات ان کی سمجھ میں آئیں تو کس طرح آسکیں۔ فذرھم فی خوضھم یلعبون۔ ان کو اپنے ناقص فلسفہ، اسی بھول بھلیاں اور اسی گورکھ دھندے میں رہنے دیجئے۔

کہتے ہیں کہ شق القمر سے افلاک کا خرق والتیام لازم آتا ہے۔ جو محال ہے۔ چاند پھٹ گیا تھا تو بڑا دھماکہ ہوا ہوگا؟ اس کی قوت کشش زائل ہو چکی ہو گی؟ زمانہ دراز تک چاند پھٹا پڑا ہوگا؟ روئے زمین کے لوگوں نے اس کو سنا اور دیکھا ہوگا؟ کتب تواریخ و نجوم و تسخیر میں لکھا ہوگا؟ رصدگاہ والوں نے اس کا ذکر کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

فلاسفہ کے شبہہ کا ازالہ اس کا جواب یہ ہے کہ افلاک کا خرق والتیام محال ہونا صرف فلاسفہ کے پاس ہے اس دعوے کے اثبات پر کوئی دلیل آج تک قائم نہ ہوسکی۔ فلاسفہ اس باب میں جو کچھ بیان کرتے ہیں متکلمین کی طرف سے اوس کا شافی جواب دیا جاچکا ہے۔ بدیہی امر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے سوا کائنات اور اوس میں جس قدر چیزیں اس عالم کون وفساد میں موجود ہیں وہ سب ممکنات اور حوادث ہیں۔ ہر چیز کا بننا خود اوس کے فنا ہونے پر دلیل ہے۔ ممکن نام ہے ایسی چیز کا جس کا نہ تو موجود ہونا ضروری ہوا اور نہ معدوم ہونا ضروری قرار پائے۔ اپنی ذات کے اعتبار سے ممکن کا وجود نہیں ہوسکتا تا آنکہ اوس کا موجد (باری تعالیٰ شانہ) اوس کے وجود کو نہ چاہے۔ لہذا ممکن کا وجود اوس کا ذاتی نہیں بلکہ موجد کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے۔ جب تک یہ ارادہ ومشیت اوس کے وجود سے متعلق رہے ممکن بھی موجود ومتحقق ہوگا۔ اور جہاں یہ مشیت وارادہ متعلق نہ رہا وہ ممکن معدوم ہوگا۔ افلاک بھی ممکنات کے دائرے سے باہر نہیں۔ جب یہ بھی ممکن کی تعریف میں داخل ہیں تو دیگر کائنات کی طرح جزاً وکلاً محل تغیر وحوادث ہیں۔ اور تغیر وحدوث ان پر طاری ہوگا۔ جب افلاک کا یہ حال ہے تو شمس وقمر اور نجوم (ستارے) بھی اسی حکم میں

ہوں گے۔ لہٰذا خرق والتیام، نہ افلاک کا محال ہے اور نہ دیگر اجرام سماویہ کا
قیامت میں یہ سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ نہ افلاک رہیں گے نہ اجرام
سماویہ گو فلسفی کو اس سے انکار ہی رہے۔

رہا دھماکہ یا چاند کی قوت کشش کا زائل ہونا، یا زمانہ دراز تک اوس کا
پھٹا پڑا رہنا، یہ تمام امور مشیت و ارادت الٰہی پر موقوف ہیں۔ انشقاق کیلئے
یہ چیزیں لازم نہیں۔ انسانی مصنوعات پر نظر کیجئے۔ معمولی پٹاخہ جس میں ذراسی
باروت ہوتی ہے جب یہ چھوڑا جاتا ہے تو اوس کی آواز بہت بلند اور دور تک
جاتی ہے۔ اور بندوق یا مشین گن چلتی ہے تو اوس کی آواز اتنی نہیں ہوتی
حالاں کہ پٹاخہ کے مقابلہ میں بندوق اور توپ میں باروت بہت زیادہ ہوتی
ہے۔ پھر کسی باروت کا دھواں ہوتا ہے اور کسی کا مطلقاً نہیں ہوتا۔ موٹر ایجاد
ہوئی تھی تو اوس کی آواز دور دور تک آتی تھی۔ اب اوس سے کہیں زیادہ
بڑے موٹر ایجاد ہوئے ہیں مگر آواز نام کو نہیں۔

رہا روئے زمین کے لوگوں کا شق القمر کو دیکھنا، اول تو یہ لازم نہیں
کیوں کہ یہ واقعہ رات کا تھا کسی جگہ زیادہ رات ہوگی جہاں سب سوتے ہوں گے
کہیں دن ہوگا۔ کہیں ابر ہوگا۔ کہیں کہر و غبار وغیرہ موانع ہوں گے۔ روئے زمین میں

منادی تو نہیں ہوئی تھی اور نہ موجودہ حالات کے مطابق اخبار وغیرہ کے ذریعہ قبل از قبل اعلان ہوا تھا جس کی بنا پر لوگ ٹکٹکی لگائے دیکھتے کھڑے ہوتے۔

شق القمر سے راجگان ہند و ملیبار کا قبول اسلام

بریں ہم نہ صرف قریش اور یہود نے دیکھا بلکہ باہر سے آئے ہوئے مسافروں نے بھی بیان کیا اور واقعہ کی تصدیق کی۔ ہندوستان کے راجہ کا اس واقعہ کو دیکھکر اسلام لانا مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کا اندراج "سامری راجہ ملیبار" کے دفتر قدیم میں ہوتا اور اوس کی بنا پر راجہ کا مشرف بہ اسلام ہونا بھی منقول ہے عہ سیر کی کتابیں تو شق القمر کے واقعے سے بھری پڑی ہیں۔ تاریخ فرشتہ میں

عہ۔ در تاریخ فرشتہ از کتب ہنود قصہ اسلام راجہ ہند در وقت انشقاق و بعد صد سال اسلام سامری راجہ ملیبار نوشتہ است کہ بعد صد سال ہجرت چوں اسلامیاں بصورت سوداگراں در ملیبار آمدند و نماز خواندند راجہ معائنہ نمود پرسید کہ ایں چہ میسازند آناں گفتند نماز می خوانیم و بر ختم المرسلین علیہ السلام ایمان آوردہ ایم۔ راجہ پرسید بکدام وجہ ایمان آوردید گفتند بہ معجزات گفت کہ یکے از معجزات بما بیان کنید گفتند یکے شق القمر است گفت کہ اگر ایں واقعہ شدہ است در دفتر ما بالضرور ثبت خواہد شد۔ پس چوں دفتر بکشادید او را برادراں نوشتہ بود پس ایمان آورد"

تاریخ فرشتہ میں کتب اہل ہند کے حوالہ سے انشقاق قمر کے موقع پر راجہ ہندوستان کا

اس کا ذکر موجود ہے۔ جہابھارت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانِ
سعادت نشان کے بہت بعد لکھی گئی اوس میں بھی شق القمر کا واقعہ موجود ہے البتہ
اوس کو بجائے آں حضرتؐ کے "سوامتر" کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ جیسی کہ اس
قوم کی عادت ہے۔ اس سے کم از کم شق القمر کے واقعہ کا وقوع تو پایا جاتا ہے۔
آلات رصد وغیرہ کا اہتمام جیسا کہ اس دور میں ہے سابق میں نہ تھا۔ نیز وہ
عادی واقعات کو قلمبند کرتے ہیں۔ یہ وقتیہ واقعہ تھا۔ اور اگر کسی کتاب میں
یہ واقعہ لکھا بھی نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں کہ واقعہ وقوع میں نہ آیا ہو۔

بقیہ حاشیہ عہ صفحہ گذشتہ۔
ایمان لانا اور ایک سو سال کے بعد سامری راجہ ملیبار کا مشرف باسلام ہونا لکھا ہے۔ واقعہ
یہ ہے کہ ایک صدی ہجری کے بعد چند مسلمان تاجر وارد ملیبار ہوئے۔ راجہ نے ان کو نماز
پڑھتے دیکھا تو دریافت کیا کہ تم یہ کیا کر رہے تھے؟ جواب دیا کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے۔
ہم حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ راجہ نے پوچھا کس بنا پر؟
مسلمانوں نے کہا معجزات کی بنا پر۔ کہا کہ کوئی ایک معجزہ بیان کیجئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ شق القمر بھی
ایک معجزہ ہے۔ راجہ نے کہا اگر ایسا ہوا ہے تو ضرور اس کا اندراج ہمارے دفتر میں ہوگا۔ چنانچہ سو سال
پیشتر کا دفتر کھولا گیا اوس میں یہ واقعہ من وعن درج تھا۔ اسکی بنا پر سامری راجہ ملیبار فوراً مسلمان ہوگیا۔"

یوشع بن نون علیہ السلام کا واقعہ ردِ شمس، اوس زمانے کے کسی مصنف نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات کا حال، نصاری کے سوا جو آپ کے تبعین تھے اور کسی نے نہیں لکھا تو نہ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کا انکار ہو سکتا ہے اور نہ یوشع بن نونؑ کے ردِ شمس کا بطلان لازم آتا ہے چہ جائے کہ معجزہ شق القمر کا قریش، یہود، بیرونی اشخاص نے برائی العین مشاہدہ کیا۔ ان میں مسلمان ایک بھی نہ تھا۔ ہندی راجہ اس کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ راجہ ملیبار نے اپنے قدیم دفتر کی یادداشت کی بنا پر اسلام قبول کیا۔ تاریخ فرشتہ، کتب سیرت اور مہا بھارت میں اس کا ذکر موجود ہے اور کیا چاہیے ؟

انشق القمر کی دوسری تفسیر وروی عن الحسن انہ قال ھٰذا الانشقاق بعد النفخۃ الثانیۃ والتعبیر بالماضی لتحقق الوقوع وروی ذٰلک عن عطاء ایضا۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ یہ انشقاق (قیامت کے قریب) دوسرا صور پھونکے جانے کے بعد ہوگا۔" پھر انشق بصیغہ ماضی جو آیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ انشقاق کا ہونا ایسا محقق ہے گویا کہ وہ وقوع میں آچکا۔ عطاؒ سے بھی اس آیہ کریمہ کی تفسیر اسی طرح مروی ہے۔"

یہ آیۂ کریمہ کی دوسری تفسیر ہے مگر فقیر کے نزدیک پہلی تفسیر مرجح ہے جسکی تائید احادیث صحیحہ مشہورہ بلکہ متواترہ سے ہوتی ہے جو جمہور کی تفسیر کے مطابق ہے۔ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کی قراءت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اون کی قراءت یوں ہے:۔ قد انشق القمر اس وقت یہ جملہ حالیہ ہوگا جو اقتراب ساعۃ سے متصل ہے۔ معنی یوں ہوں گے:۔ ساعت قیامت پاس آلگی درحالیکہ چاند شق ہوچکا ہے"

حضرت حسن بصریؒ اور عطاءؒ کے قول کا مطلب اسی قدر ہے کہ آیۂ کریمہ میں جس انشقاق کا بیان ہے وہ قربِ قیامت کے موقع پر ہوگا۔ یعنی ایک دفعہ تو انشقاق ہوچکا ہے جب کہ آپ نے مکہ سے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ دوسری دفعہ قرب قیامت کے موقع پر بھی ہوگا۔ تصدیق کرنے والے تو دونوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن مکذبین جو واقعہ گذشتہ کو نہیں مانتے۔ بعد کا واقعہ وقوع پذیر ہوگا تو دونوں واقعات کی تصدیق کریں گے مگر اون کو اس تصدیق سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ خواہ وہ فلاسفہ ہوں یا ملاحدہ وغیرہ۔

انشق القمر کی تیسری تفسیر | ابن عباسؓ کی ایک روایت یہ ہے:۔

کسف القمر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سحر القمر

فنزلت اقتربت الساعة الی مستمر (طبرانی، ابن مردویہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دفعہ چاند گہن ہوا تو قریش کہنے لگے کہ آپؐ نے چاند پر جادو کیا۔" اس وقت اقتربت الساعة سے مستمر تک آیات کریمہ نازل ہوئیں۔" یہاں کسوف سے انشقاق مراد لینے کی ضرورت نہیں ممکن ہے کہ اوس رات چاند گہن بھی ہوا ہو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لیلۃ البدر تھی۔ کیوں کہ چاند گہن عموماً لیلۃ البدر ہی میں ہوتا ہے۔

وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا 54
وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی 54
(معجزہ) تو روگردانی کرتے اور کہتے ہیں کہ (یہ بھی ایک) جادو ہے جو (پہلے سے) چلا آیا ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں کی اتباع کی اور ہر ایک کام کا (ایک وقت) ٹھیرا ہوا ہے (ازآں جملہ ان کی سزا کا بھی)

سحر مستمر کی تفسیر کفار کی عادت ہمیشہ سے یہی رہی کہ جہاں کوئی نبیؑ یا رسولؑ اون کو اللہ سبحانہ کا پیام پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے اور اپنا فرض انجام دیا تو اون سے کوئی امر خارق عادت (معجزہ) طلب کرتے اور وعدہ کرتے کہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ اور جب معجزہ اون کی فرمایش کے مطابق

دکھایا گیا تو بجائے اس کے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاو رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام
پر ایمان لائیں اور ان کی ہدایات کو قبول کریں وہ اپنے وعدوں کو فراموش
کرجاتے' اور معجزات سے منہ پھیر لیتے یہ کہہ کر کہ یہ جادو ہے اور یہ ہمیشہ اپنا
جادو دکھاتے رہتے ہیں ۔ قریش کی اس تقریر سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ کے
اور بھی متعدد معجزات دیکھ چکے تھے ۔ خود قرآن کریم کیا کم معجزہ ہے ۔ بہر حال
شق القمر کا معجزہ دیکھ کر کفار قریش نے جواب دیا کہ یہ سب غلط باتیں ہیں
خدا و رسول کی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے
چلتے رہے ۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بہت دکھ ہوا تو اللہ
سبحانہ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ ان کے جھٹلانے اور وعدہ فراموش کرنے سے
کیا ہوتا ہے انبیاو رسل کی صداقت' اور کافروں کی تکذیب کا نتیجہ ظاہر
ہونے کا موقع' آخرت میں ہے اور اس کا وقت مقرر ہے ۔ مقررہ وقت پر
حقیقت ظاہر ہو کر رہیگی لہذا آپ دل گیر نہوں ۔ یہاں تو ان لوگوں نے
"سحر مستمر" کہہ کر ٹال دیا ہے مگر مقررہ وقت کا عذاب ان سے ٹل نہ سکیگا ۔
نیز آپ کی صداقت پر انہوں نے پردہ ڈالنے کی سعی کی ہے لیکن اس سے
کیا ہوتا ہے اگر دنیا میں یہ آپ کی تصدیق نہ کریں تو دوسرے آپ کی تصدیق

کریں گے۔ اور آخرت میں آپؐ کی شان ظاہر ہو کر رہیگی۔

مجاہدؒ کہتے ہیں:۔ رأوہ منشقا فقالوا ھذا سحر ذاھب۔ (فریابی عبد بن حمید، ابن جریر) اُنھوں نے شق القمر کو دیکھا اور کہا کہ یہ جادو ہے چلتا ہوا یعنی ہمیشہ یہ ایسے ساحرانہ کرتب دکھاتے رہتے ہیں۔

کل امر مستقر کی تفسیر نیز ان ہی سے مروی ہے:۔ وکل امر مستقر قال یوم القیامۃ۔ (ابن ابی حاتم) مجاہدؒ کہتے ہیں کہ (ہر کام اپنے وقت پر ٹھہرا رکھا ہے) سے مراد قیامت کا دن ہے۔"

قتادہؒ کہتے ہیں:۔ مستقر باھل الخیر الخیر و باھل الشر الشر (عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن جریر) اہل خیر کے ساتھ خیر ٹھہرا رکھا ہے اور اہل شر کے ساتھ شر۔"

غور کرنے کا مقام ہے کہ قریش نے "شق القمر کا معجزہ" یہود کے اس مشورہ کی بنا پر طلب کیا تھا کہ ساحر کا سحر زمین پر چلتا ہے آسمان پر نہیں چل سکتا۔ جب آسمانی معجزہ بتایا گیا تو یہود کی حجت ختم ہو چکی تھی۔ مگر قریش کی تکذیب، یہود سے بھی بڑھکر ثابت ہوئی۔ جواب میں کہنے لگے۔ ھذا سحر السحرۃ (ابن المنذر عن الضحاک) یہ تمام جادوگروں سے

بڑے ساحر کا سحر ہے"۔ معجزہ اور سحر کا فرق حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واضح طور پر بتایا جا چکا تھا۔ ولا یفلح الساحر حیث اتی (طٰہٰ) ساحر جہاں (مقابلہ میں) آتا ہے تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا" جیسا کہ سحرۂ فرعون، جب حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں اترے تو ساحروں کی شکست ہوئی۔ اور آمنا برب ھارون وموسیٰ کہے بغیر اون کے لئے چارہ نہ رہا۔ اقرار کر لیا کہ ہم رب ہارون وموسیٰ پر ایمان لائے"۔ اگرچہ فرعون بہت کچھ برہم ہوا مگر اونھوں نے فرعون کی ایک نہ مانی، مگر قریش کی جہالت کا یہ حال تھا کہ حضور اکرمؐ کی کامیابی قدم قدم پر دیکھ کر بھی متاثر نہ تھے۔ ؎

بدگمانی لازم بدباطناں افتادہ است گوشۂ از خلق جا کردم کمیں پنداشتند

54-5 وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ^١ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ^٢ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ

54-6 فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ

54-7 نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا^٣ اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ

54-8 جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ^٤ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

^١ النبأ خبر ذو فائدۃ عظیمۃ یحصل بہ علم او غلبۃ الظن ولا یقال

سورۃ ۵۴ (ع ۱) (۵۷)

يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ اور بے شک آ چکی ہیں ان کے ہاں ایسی خبریں جن میں

(بقیہ حاشیہ لے صفحہ گذشتہ)

للخبر فی الاصل نبأ حتی یتضمن هذه الاشیاء الثلاثة وحق الخبر الذی یقال فیه نبأ ان یتعرّی عن الکذب کالتواتر وخبر اللّٰہ تعالیٰ و خبر النبی علیه الصلاة والسلام ولتضمن النبأ معنی الخبر یقال انبأته بکذا کقولك اخبرته بکذا ولتضمنه معنی العلم قیل انبأته کذا کقولك اعلمته کذا (مفردات) ایسی خبر جس میں فائدہ عظیمہ ہو اور اس سے یقین یا ظن غالب حاصل ہو اس کو نبأ کہتے ہیں اور جب تک ان اشیائے ثلاثہ میں سے کوئی ایک شئی کسی خبر میں موجود نہ ہو اس کو "نبأ" نہیں کہہ سکتے یعنی ایسی خبر جس کی شان "نبأ" کی سی ہو اس کا جھوٹ سے عاری ہونا ضروری ہے۔ جیسے خبر متواتر، اللہ سبحانہ کی دی ہوئی خبر یا حضرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی دی ہوئی خبر۔ نیز چونکہ "نبأ" کے معنی خبر کے ہوتے ہیں انبأته بکذا صلہ با کے ساتھ کہا جاتا ہے، جیسا کہ اخبرته بکذا بصلہ با کہا جاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ "نبأ" سے خبر مفید علم و یقین مراد ہوتی ہے انبأته کذا بدون صلہ با، کہا جاتا ہے جیسا کہ اعلمته کذا بدون صلہ با کہا جاتا ہے۔

اون کو ڈانٹ ہو سکتی ہے، نہایت معقول طور پر اب ڈر سنانے والے

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ)

۲ھ اصل مزدجر مزتجر بالتاء موضع الدال وتاء الافتعال تقلب دالا مع الدال والذال والزاء للتناسب (روح المعانی) "مزدجر اصل میں مزتجر بجائے دال کے تا تھی۔ تاء افتعال اگر دال، ذال، زاء کے بعد ہو تو اوس کی مناسبت کے باعث دال سے بدل دی جاتی ہے" اصل الزجر الطرد مع صوت (محیط المحیط) زجر کے اصلی معنی آواز کے ساتھ ڈانٹ بتانے کے ہیں" ثم یستعمل فی الطرد تارۃ و فی الصوت اخریٰ وقولہ ما فیہ مزدجر ای طرد ومنع عن ارتکاب المأثم (مفردات) پھر اس کا استعمال کبھی صرف منع کرنے اور ہانک دینے کے معنی میں اور کبھی صرف آواز کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ اور ارشاد باری ما فیہ مزدجر کے معنی گناہ سے ڈانٹنے اور روک دینے کے ہیں"

۳ھ النُکر الامر الشدید (محیط المحیط) نُکر کے معنی امر شدید کے ہیں" واصلہ ان یرد علی القلب ما لا یتصوّرہ وذلک ضرب من الجھل۔ والامر الصعب الذی لا یعرف (مفردات) اس کی اصل یہ ہے کہ دل پر ایسی چیز وارد ہو جس کا تصور تک نہ تھا۔ یہ بھی جہل کی ایک قسم ہے۔ اور ایسا دشوار معاملہ جو اس سے پہلے

(ان کے ہاں) بے اثر ہیں، لہٰذا تم ان سے منہ پھیرلو۔ جس دن بلائے گا
بلانے والا ایک ان دیکھی چیز کی طرف تو سب اپنی آنکھیں نیچی کیے ہوئے
قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا پراگندہ ٹڈیاں ہیں، بلانے والے کی طرف
دوڑتے (اس وقت) منکر کہیں گے کہ یہ دن بہت کٹھن ہے۔"

ما فیه مزدجر کی تفسیر مجاہد کہتے ہیں:۔ هذا القرآن
مزدجر۔ قال منتهی (فریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر) یہ قرآن ہی زجر
(ڈانٹ) ہے حد درجہ کا زجر۔"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا:۔ احلّ فيه الحلال و

(بقیہ حاشیہ کا صفحہ گذشتہ)

کبھی در پیش نہ ہوا۔"

۲۹ المُهطِعُ من ينظر في ذلّ وخضوع لا يقطع بصره او الساكت المنطلق
الى من هتف به (محیط المحیط) "مُھطِع" وہ شخص جو ذلت و عاجزی سے ٹکٹکی
لگائے رکھے اور اپنی نظر نہ ہٹا سکے۔ یا وہ جو آواز دینے والے کی طرف چپ چاپ چلا جا رہا ہو۔
فقیر عرض کرتا ہے کہ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کہ کسی چیز کا خوف حد درجہ غالب ہو۔
یہاں معنی ثانی یعنی ڈر کر چپ چاپ تیزی سے چل پڑنا ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم

وحرّم فيه الحرام وانبأ كم ما تأتون وما تدعون لم يدعكم
في لبس من دينكم كرامة اكرمكم بها ونعمة اتمّ بها عليكم (عبد بن
حميد) اس قرآن کریم میں تمام حلال چیزوں کو حلال ٹھہرایا اور اس میں
حرام چیزوں کی حرمت بتا دی گئی کہ تم کو کیا کرنا چاہیے اور کیا چھوڑ دینا
چاہیے اوس کی خبر دے دی۔ تمہارے دین کی باتوں میں کسی نوع کا شبہہ
نہیں رکھا۔ (قرآن کریم) عزت کا ذریعہ ہے جس سے تم کو عزت دی اور
(جلیل القدر) نعمت ہے جو تم کو پوری طرح دے دی۔"

اس قرآن کریم میں منکرین کے راہ راست پر آنے کے لئے، گذشتہ
زمانہ اور آئندہ کی ایسی مفید خبریں سنائی گئی ہیں جن سے علم ویقین یا ظن
غالب حاصل ہو اور نہ ماننے کی صورت میں اون کو زبردست ڈانٹ بتائی
گئی ہے اور حکمت کی باتیں مستحکم طریق پر گوش گزار کی گئی ہیں اس میں حکمت
علمیہ بھی ہے اور عملیہ بھی، حکمۃ ظاہرہ بھی ہے جیسے شرائع واحکام اور بیان
حلال وحرام اور حکمۃ مخفیہ بھی جیسے اسرار وعرفان، ہر ایک کا نہایت موثر
انداز میں بیان ہوا ہے۔ مثلاً یوں ارشاد ہوا:۔ لقد كان لكم
في رسول الله اسوة حسنة۔ رسول اللہؐ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

اگر حکمۃ علمیہ کے خواہشمند ہو تو یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے اور اگر حکمۃ عملیہ مطلوب ہے تو بدرجۂ اکمل اوس کا نمونہ بھی آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ حکمۃ ظاہرہ مقصود ہے تو آپ کے ارشادات و مواعظ کا سبق علمائے کرام سے حاصل کرو اور اگر حکمۃ مخفیہ مرغوب ہو تو آپ کے بتائے ہوئے اسرار کا' ارباب کشف و عرفان سے استفادہ و استفاضہ کرو کہ ان میں سے ہر ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اور اسی پر تمھاری نجات کا دارومدار ہے۔ اسی لئے اس کے بعد یوں ارشاد ہوا:۔ ذلك لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا۔ اس نمونہ اتم واکمل سے استفادہ' اوسی کے لئے ہے جس کو اللہ سبحانہ سے ملنے (اور قیامت کے آنے) کی امید ہو اور اللہ کی یاد کثرت سے کرتا ہو'' اور جو ایسا نہیں اوسکے حق میں ارشاد ہوا:۔ فما تغن النذر فتولّ عنهم۔ اب ڈرسنانے والوں کا ڈرسنانا اون کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا لہذا آپ (اے نبی کریم!) ان سے منہ پھیر لیجئے'' ان کے لئے ایک دن مقرر ہے اوس کا انتظار فرمایئے۔ وہ دن کونسا ہے اور اوس میں کیا ہوگا؟ اوس کی نسبت ارشاد ہے:۔

داعی کون ہوگا؟ یوم یدع الداع کی تفسیر یوم يدع الداع الى شيئ نكر۔ جس دن ایک داعی خاص (بلانے والا) ایک ان دیکھی چیز کی طرف

بلائے گا" یہ داعی کون ہوگا اور شیئ نکر (ان دیکھی چیز) سے کیا مراد ہے
اوس کی صراحت حسب ذیل ہے :۔

۱۔ والداعی اسرافیل علیہ السلام ینفخ فی الصور قائما علی صخرۃ بیت المقدس و یدعوا الاموات۔ داعی' اسرافیل علیہ السلام ہونگے جو بیت المقدس کے صخرہ (چٹان) پر کھڑے ہوکر صور پھونکیں گے اور (روئے زمین کے) تمام مُردوں کو بلائیں گے" یہ ایک معلّق پتھر ہے۔ فی زمانا اس کے نیچے ایک معمولی سی دیوار اطراف سے کھینچدی گئی ہے۔ تاکہ کوئی اوس کے نیچے جانے نہ پائے۔

ینادی قائلا ایّتہا العظام البالیۃ والاوصال المتقطّعۃ واللحوم المتمزّقۃ والشعور المتفرّقۃ' انّ اللہ یأمرکنّ ان تجتمعن لفصل القضاء۔ منادی یہ ہوگی کہ اے بوسیدہ ہڈیاں! اور شکستہ جوڑ بند اور پارہ پارہ شدہ گوشت!! اور پراگندہ بال!!! تم سب کو اللہ سبحانہ کا حکم ہے کہ فیصلہ قضاء کے لئے جمع ہوجائیں۔

۲۔ انّ اسرافیل ینفخ وجبریل یدعو و ینادی بذلک۔ اسرافیل علیہ السلام تو صور پھونکیں گے اور جبرئیل علیہ السلام بلائیں گے

اور مذکورہ منادی وہی فرمائیں گے "

۳۔ قال بعضھم ھو مجاز کالامر فی قولہ تعالیٰ کن فیکون

(روح البیان) بعض مفسرین نے یوں فرمایا کہ (دعوت حقیقی نہیں بلکہ یہ)
مجاز ہے (یعنی ابتدائے آفرینش کے وقت جس طرح کُنْ کے ذریعہ امر
(تکوینی) صادر ہوا تھا ایسا ہی امر ربّانی صادر ہوگا" گویا داعی کا کلمہ
یہاں مجازاً استعمال ہوا ہے ورنہ حقیقتہً وہاں اوس وقت نہ اسرافیل ہو نگے
نہ اون کا صور اور نہ جبرئیلؑ ہوں گے نہ اون کی منادی۔ بلکہ مشیت الٰہی
جاری ہوگی اور چشم زدن میں اوس کی تکمیل ہوکر رہیگی۔ جس طرح محبوبین
حق کی دعاؤں کی قبولیت میں دیر نہیں لگتی۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ نفخ صور کی تصریح نصوص قطعیہ میں موجود ہے
جیساکہ سورۂ قٓ کی تفسیر میں گزرچکا۔ واللہ اعلم۔

الیٰ شیئ نکر کی تفسیر | اُلیٰ شیئ نکر" کی" تفسیر" میں علامہ جلال الدین محلی رحمہ
فرماتے ہیں: — منکرتنکرہ النفوس لشدّتہ وھوالحساب۔ یعنی
ایک ہولناک چیز کی طرف بلائے جائیں گے جس کی شدت کے باعث کوئی
نفس اوس کو پسند نہ کرتا ہوگا وہ ہولناک چیز حساب ہے" کون نہیں جانتا کہ

محاسبہ کیسا کٹھن معاملہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے :۔ من نوقش الحساب فقد عُذِّب ۔جس سے حساب میں مناقشہ کیا گیا تو مبتلائے عذاب ہوا ۔ یعنی اگر حساب صاف بھی ہو تو حساب طلب کرنا ہی بجائے خود ایک عذاب ہے الی الحساب کے بجائے الی شیئٍ نکر جو ارشاد ہوا وہ اسی اہمیت کے مدنظر ہے اور اسی سے بلاغت کلام ہویدا ہے ۔اس سے محفوظ رہتا ہے تو بندگان خدا کے ساتھ یہاں دنیا ہی میں چشم پوشی اور حتی الامکان عفو و درگزر سے کام لیا جائے ۔مومن کا ہر کام سہولت پر مبنی ہوتا ہے یعنی دوسروں کو سہولت دیتا ہے جس کی یہ صفت ہو تو امید ہے کہ اوس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا۔

اللہ سبحانہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اس دعوت (بلاوے) کا کیا اثر ہوگا ؟ اوس کی نسبت ارشاد ہے :۔

خشّعا ابصارھم یخرجون من الاجداث کانّھم جراد منتشر مھطعین الی الداع ۔سب کی نظریں عاجزی سے پست ہوں گی' اسی حالت میں قبروں سے ایسے نکل پڑیں گے گویا ایک ٹڈی دل ہے پھیلا ہوا پراگندہ' (حیران کہ کدھر جائیں ؟ بالآخر) بلانے والے کی طرف تیزی سے روانہ ہوجائیں گے ۔

قیامت کی ہولناکی | قیامت کی ہولناکی کا اندازہ کیجئے۔ یہ صرف قبروں سے نکلنے کا نقشہ ہے کہ بے بسی کے باعث آنکھ نیچی ہے۔ قبروں سے ایسے نکل رہے ہیں کہ کچھ سوجھتا نہیں کہاں جائیں کیا کریں کیوں اوٹھایا گیا ہے کچھ معلوم نہیں۔ صور کی زبردست دھماکو آواز سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ کوئی سخت حیران و پریشان کن واقعہ درپیش ہے۔ جبھی توجدھر نظر ڈالئے ٹڈی دل لشکر قبروں سے نکل پڑا ہے۔ صور کی آواز جس سمت سے آرہی ہے اور بلانے والا بلا رہا ہے اوسی سمت چلتا چاہئے۔ بس یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ سب کے سب اوسی سمت فوراً روانہ ہوجائیں گے۔ راستے میں کہیں ٹھہرنے، دم لینے، ادھر ادھر دیکھنے، آپس میں بات چیت کرنیکا تک موقع نہ مل سکیگا۔ افتاں وخیزاں، سراسیمہ و پریشاں، لرزاں وترساں، اوس داعی خاص کے پاس پہنچ جائیں گے۔

مھطعین کی تفسیر | مھطعین کا کلمہ ایک حالت خاص کی نشاندہی کررہا ہے۔ ارباب لغت لکھتے ہیں: ھطع الرجل اسرع مقبلا خائفا او اقبل ببصرہ علی الشئ لا یقلع عنہ (محیط المحیط)۔ یعنی ھطع کے معنی یہ ہیں کہ ڈرتا ہوا جلدی سے آپہنچا۔ یا کسی چیز پر ایسی ٹکٹکی لگادی کہ اوس سے

اپنی نظر ہٹا ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک نصرانی عرب کی شہادت ہے۔ محیط المحیط اسی کی تصنیف ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں:۔

۱۔ ناظرین، مذعنین خاضعین (ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طستی سے عن ابن عباسؓ) نظر جمائے ہوئے، یقین کئے ہوئے جھکے ہوئے۔" ابن عباسؓ یہ تفسیر سن کر آپ کے شاگرد، نافع نے دریافت کیا کہ کسی اہل لسان عرب سے یہ معنی منقول ہیں تو آپ نے تبع شاہ حمیر کا یہ شعر پڑھ دیا:۔

تعبّد لی نمر بن سعد وقد ری و نمر بن سعد لی مدین مھطع

نمر بن سعد نے کیا مجھے غلام سمجھ رکھا ہے درحالیکہ میری کیا شان ہے اس کو خوب معلوم ہے۔ اور نمر بن سعد تو میرا مدیون ہے جس کے بوجھ سے میرے آگے جھکا ہوا، میری نظر کرم کا منتظر ہے۔"

۲۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ منطلقین (عبد بن حمید) چل پڑنے والے۔"

۳۔ تمیم بن حذلمؒ کہتے ہیں:۔ الاھطاع التجمیح۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) اھطاع کے معنی ہیں شکست خوردگی یا سرکشی دور رہونا۔"

۴۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں:۔ النسلان (عبد بن حمید) جلدی سے چل نکلنا۔"

۵۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں :۔ صائحی آذانھم الی الصوت۔ (عبد بن حمید)

کسی کی آواز پر کان دھرے ہوئے اوسی طرف تیزی سے گام زن ہوتا“

ارباب لغت اور سلف صالحین کی ان تمام تصریحات کو ذہن نشین کیجئے تو قبروں سے نکلنے کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ اور وقت کی نزاکت کا نقشہ نظر کے سامنے کھنچ جائے گا۔ العظمۃ للہ کہ یہ پوری تصویر اور کامل نقشہ صرف ایک کلمۂ ”مھطعین“ کے ذریعہ کھینچ دیا گیا ہے۔ اللہ اکبر۔

یقول الکافرون کی تفسیر

یقول الکافرون ھذا یوم عسر۔ خدا کے منکرین بولنے لگیں گے کہ یہ دن (آج کا) بہت ہی کٹھن ہے“۔ دنیا میں انبیاء و رسل کی تعلیمات جو اون کو دیجاتی تھیں اور یہ اون سے اعراض و انکار بلکہ تمسخر اور استہزا کرتے تھے۔ اور اللہ کی کتاب (قرآن کریم) جو ان کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھی اور یہ اوس کے سننے سے اپنے کان بند کر لیتے تھے یا ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتے تھے۔ آج اون کی حقانیت و صداقت آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ ایک ایک سماں اون کے پیش نظر ہوگا مگر بقول شخصے :۔ اب کیا ہووت ہے، جب کہ چڑیاں چگ گئیں کھیت“

ہاں یہ یاد رہے کہ یہ مقولہ صرف کافرون (منکرین خدا) کا ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ

یہاں یقول الکافرون ارشاد ہوا۔ ورنہ مومن جو حق سبحانہ کا پرستار اور اوس کا یقین واعتقاد رکھنے والا ہوگا۔ اوس کی شان ہی کچھ اور ہوگی۔ اگرچہ قبروں سے نکلنے کی حالت سے لیکر میدان حشر میں حاضر ہونے تک بظاہر سب کا حال ایک سا دکھائی دیتا ہوگا لیکن صورت حال ہر ایک کی جدا ہوگی۔ جذبات وکیفیات جداگانہ ہوں گے۔ کافروں کی پریشانی' خوف وہراس' دار وگیر کے اندیشے سے ہوگی۔ مومن کی نظر' اللہ سبحانہ کی دی ہوئی بشارات' اور وعدہ ہائے حسنیٰ پر لگی رہیگی وہ بھی قبر سے تیزی کے ساتھ افتاں وخیزاں چلیگا اس تصور میں کہ اون وعدوں کی تکمیل کا وقت آج آیا ہے۔ ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ　　　من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

54-9 .9 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ
54-10 .10 فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ .11 فَفَتَحْنَا
54-11
54-12 أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ .12 وَفَجَّرْنَا الأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى
54-13 الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ .13 وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ
54-14 .14 تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ .15 وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً
54-15

سورہ ۵۴ آیت ۹ تا ۱۷

لے الهمر صبّ الدمع والمطر يقال همره فانهمر قال تعالى ففتحنا ابواب السماء

54-16 فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ٥ وَلَقَدْ
54-17 يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ جھٹلا چکی ہے اُن سے پہلے

(بقیہ حاشیہ لہ صفحہ گذشتہ)

بماءٍ منھمر (مفردات) آنسو یا پانی بہانے کو "ھمر" کہتے ہیں۔ محاورہ ہے ھَمَرَہٗ فَانْھَمَرَ۔ اوس کو بہایا تو وہ بہ گیا۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر۔ ہم نے آسمان کے دروازے بہتے پانی کے کھول دیے۔" منھمر کثیر الصبّ۔ (مجمع البحار) بکثرت پانی بہتا رہے تو اوس کو منھمر کہتے ہیں۔" وبعض العامۃ یقول ھمر ای دمدم وصات شدیداً۔ (محیط المحیط) بعض عوام کہتے ہیں کہ ھمر کے معنی ہیں لگاتار سلسلہ جاری رکھا اور شدید آواز دی۔" فقیر عرض کرتا ہے اس اعتبار سے آیہ کریمہ کے معنی یوں ہوئے کہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی کے کھول دیے جس کا سلسلہ لگاتار جاری رہا اور جس کے جاری رہنے کی سخت سخت آوازیں آرہی تھیں۔"

لہ اصل الدسر الدفع الشدید بقھر یقال دسرہ بالرمح ورجل مدسر کقولک مطعن وروی لیس فی العنبر زکاۃ انّما ھو شیئ دسرہ البحر قال تعالیٰ وحملناہ علیٰ ذات الواح ودسر ای مسامیر الواحد دسار (مفردات)

نوح کی قوم، پھر جھوٹا بتلایا ہمارے بندے (نوح) کو اور کہا دیوانہ ہے
جھڑکا ہوا۔ پھر پکارا (نوح نے) اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو چکا ہوں تو مدد فرما
پھر ہم نے کھول دیے دہانے آسمان کے ٹوٹ کر برسنے والے پانی سے اور
بہا نکالے زمین سے چشمے، پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا اور
ہم نے اوسکو سوار کردیا ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر رواں تھی ہماری
آنکھوں کے سامنے، بدلہ لینے کو اوس کی طرف سے جس کی قدر نہ جانی تھی، اور

(بقیہ حاشیہ ۲؎ صفحہ گذشتہ)

شدت و قہر سے کسی چیز کے ڈھکیلنے کو لغت میں دسر کہتے ہیں۔ دسرہ بالرمح کا محاورہ اسی سے ہے۔ بہترین نیزہ باز کو مدسر کہتے ہیں۔ حدیث شریف ہے کہ عنبر میں زکات واجب نہیں کیوں کہ یہ ایسی چیز ہے جس کو سمندر ڈھکیل لاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ذات الواح و دسر سے جہاز کے کیلے مراد ہیں (جو تختوں میں ٹھونکے جاتے ہیں) دسر کا واحد دسار ہے " الدسار المسمار او مسمار محدد الطرفین یضم بہ اللوحان الی بعضهما وخیط من لیف تشد بہ الواح السفینۃ ج دُسُر و دُسْر (محیط المحیط) کیلے کو دسار کہتے ہیں یا ایسی کیل جس کے دونوں جانب نوک ہو اس سے دو تختوں کو جوڑ دیا جاتا ہے یا ایسا بندھن جس سے کشتی کے تختے ایک دوسرے سے باندھے جائیں۔ اسکی جمع دُسُر اور دُسْر دونوں وزن پر آتی ہے۔

اوس کو رہنے دیا ہم نے نشانی کے طور پر، پھر کوئی سوچنے والا ہے؟ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور ڈرانا، اور ہم نے آسان کر دیا قرآن، سمجھنے کے لیے، پھر کوئی ہے سوچنے والا۔"

کذّبت اور کذّبوا کی تفسیر کذّبت قبلھم قوم نوح فکذّبوا عبدنا میں تکذیب کا بیان دو دفعہ اس بنا پر ہے کہ پہلی تکذیب مبہم تھی یعنی کفار مکہ سے پیشتر قوم نوح نے تکذیب کی" مگر کس کی تکذیب کی اس کو مبہم رکھا گیا تھا تاکہ سامع کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو جواب میں ارشاد ہوا:-

فکذّبوا عبدنا اونھوں نے ہمارے ہی بندے کی تکذیب کی"۔ بندہ کون؟ وہی جن کا ذکر اوپر آچکا ہے یعنی نوح (علیہ الصلاۃ والسلام) یہ طرز کلام ایک خاص اثر اور کیفیت سامع کے ذہن میں پیدا کرتا ہے گویا متکلم کا منشا یہ ہے کہ سامع، متکلم کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر متوجہ ہو جائے اور اوس کے کلام کو غور کے ساتھ سُنے۔

عبدنا کی تفسیر پھر عبدنا میں جو لطف ہے وہ بھی بیان سے باہر ہے۔ یعنی کسی اور کی تکذیب نہیں بلکہ ہمارے ہی بندے کی"۔ غور کیجئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اور کسی وصف کے ساتھ نہیں صرف وصف بندگی کے ساتھ اور

اون کی بندگی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے سراہا جا رہا ہے تا معلوم ہو کہ بندگی ہی انسان کا کمال ہے جب کہ وہ خدائے ذوالجلال کے لئے مختص ہو۔ یہ بتانا بھی منظور ہے کہ اوس ہزار سالہ دور میں بنی آدم کے اندر صرف ایک ہی وجود ایسا تھا جس پر عبدنا کا اطلاق درست ہو سکتا تھا۔ اُن ظالموں نے اونھیں کو اس مدید مدت میں طرح طرح سے جھٹلایا اب وہ جیسی سزا کے مستوجب قرار پائے ظاہر ہے۔

امۃ محمدیہ سے خطاب اس ضمن میں یہ تنبیہ مقصود ہے کہ قوم نوحؑ کا جو وتیرہ اپنے نبی و رسول کے ساتھ رہا۔ بعینہٖ حضور اکرمؐ کے ساتھ آپ کی قوم (قریش) کا بھی ہے۔ جو اوصاف و کمالات حضرت نوحؑ میں تھے اور اپنی قوم میں جن فضائل و خصوصیات کے حامل تھے ٹھیک وہی تناسب قریش میں ذات اقدس نبی امی روحی فداہ کو حاصل ہے بلکہ افضل و اکمل طور پر۔ لہٰذا جو نتیجہ اوس قوم کا اون کی تکذیب کے باعث ہوا اگر یہ قوم قریش بھی اوسی راہ پر گام زن ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا حشر بھی وہی ہونیوالا ہے بلکہ اون سے بدتر۔

مجنون وازدجر کی تفسیر رہا یہ سوال کہ نوحؑ کو قوم نے کیا کہا؟

فقالوا مجنون وازدجر نہ صرف تکذیب کی بلکہ یوں کہا کہ یہ دیوانے ہیں جھڑک دیے گئے "، یعنی پاس آنے اور کسی کے قریب ہونے کے لائق نہیں نہ کوئی ان کی سنتا ہے اور نہ ان سے منہ لگاتا۔ روزانہ ان کا ایک ہی سبق ہے اور ہزار سال سے وہی جاری ہے۔ کون سُنے اور کہاں تک سُنے اُزدُجِر صیغہ ماضی مجہول ہے جس کے معنی ہیں جھڑکا گیا۔ ڈانٹ دیا گیا۔ لیکن زاجر کون ؟ خود قوم نوحؑ یا قوم جنّ' جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی دیوانہ ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کے دماغ پر جنّ' پری' بھوت' کا اثر ہوگیا ہے جس کے باعث یہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے ممکن ہے اولیٰ یہ مراد ہو کہ خود ان کے خدا نے ان کو جھڑک دیا ہے جبھی تو سینکڑوں سال گزر گئے اور کئی پشت ہو چکے یہ اپنے خدا کے ہاں نہ جا سکے۔ اس عرصہ مدت میں ہماری پشت ہا پشت ختم ہو چکیں۔ اگر یہ اللہ کے چاہتے بندے ہوتے تو ہمارے آباؤ اجداد' عزیز و اقارب' شناسا اور عام انسانوں کی طرح یہ بھی اللہ کے ہاں بلالئے جاتے اس کس مپرسی کے عالم میں اتنے عرصۂ دراز تک یہاں کیوں چھوڑ دیے گئے ہیں؟ واللہ اعلم۔

بہرحال حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کا یہ جواب سنا تو عرض کیا۔

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۔ پس اونھوں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ پروردگار! میں ان کے مقابلہ سے تھک گیا' عاجز ہو گیا' مغلوب ہوا لہذا اب میری مدد فرمائیے"

قرآن کریم میں تکرار نہیں ہے انبیائے سابقین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو اپنی امتوں کے ساتھ جو سابقہ رہا اور آخر کار اون پر جو تباہیاں آئیں اون کا بیان قرآن کریم میں متعدد جگہ بار بار آیا ہے ۔ مثلاً قوم نوح یا عاد و ثمود کا انجام کئی سورتوں میں بتایا گیا ہے ۔ ہر قوم کی تباہی ظاہر ہے کہ صرف ایک ہی دفعہ ہوئی ۔ صورت واقعہ ایک ہی ہے مگر بلاغت قرآن کریم کا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ بیان کئے ہوئے واقعہ کو اگر دس دفعہ دہرایا گیا ہے تو اس میں تکرار نام کو نہیں ۔ ہر دفعہ ایک نہ ایک نئے طرز سے اور جداگانہ انداز میں اوس کو پیش کیا گیا ہے ۔ اور مناسبت حال و مقام کے لحاظ سے اوس واقعہ کے کم از کم کسی ایک جزو پر بطور خاص روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اوس جزو خاص کی حد تک وہ بیان' سابقہ اور لاحقہ تمام بیانات سے ممتاز ہے ۔ اور قرآن کریم کا دوسرے فصحاء و بلغاء کے کلام کے مقابلہ میں یہ بھی ایک امتیاز ہے ۔ انسانی کلام میں اگر ایک مضمون مکرر آجاتا ہے تو

وہ کیسا ہی فصیح و بلیغ ہو کلام پھیکا بے رونق ہو جاتا ہے اور سننے سے طبیعت اُکتا جاتی ہے مگر کلام باری تعالیٰ کی شیرینی اور لطافت میں اس سے اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے اور اوس کے پڑھنے سننے والوں کی دلچسپی بڑھتی جاتی ہے :ـ

یزیدك وجهه حسناً اذا ما زدته نظرا

تمہارے ہاں اوس کا حسن دو بالا ہی ہوتا جائیگا جیسی جیسی تم اوس پر نظر ڈالے جاؤ گے

ابواب السمآء کی تفسیر | اس نقطہ نظر سے طوفان نوحؑ کا بیان جو آگے آ رہا ہے اوس پر غور کیجئے تو حقیقت حال منکشف ہوگی ۔ ارشاد ہو رہا ہے :ـ

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۔ پھر کیا تھا؟ ہم نے ایک زبردست پانی کے ذریعہ (اوپر سے) آسمان کے دروازے کھول دئے اور (نیچے سے) ساری زمین سے چشمے پھوڑ نکالے ۔ بس اوپر اور نیچے کا پانی مل کر ایک ہو گیا اوس کام کے لئے جو پیشتر سے مقرر کر دیا گیا تھا"

ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :ـ ان ابن الکوآ سأل علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن المجرۃ فقال ھی شرج السمآء ومنها فتحت ابواب السماء بماء منهمر ثم قرأ ففتحنا ابواب السمآء الآیۃ

(بخاری فی الادب، ابن ابی حاتم) ابن الکواء نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ مجرّہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا:۔ وہ آسمان کا سیون اور جوڑ ہے وہیں سے آسمان کے دروازے کھولے گئے تھے پھر آپ نے اس کے ثبوت و استشہاد میں یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی ففتحنا ابواب السمآء بماء منھمر۔ قبل ازیں ابواب السماء کا بیان سورہ والنّجم کی تفسیر میں بہ ضمن واقعہ معراج گزر چکا ہے۔ ہیئت داں آسمانوں اور اون کے دروازوں کے متعلق کچھ بھی کہا کریں۔ کلام باری تعالیٰ شانہ سے سبع سماوات اور ابواب السماء کا وجود ثابت ہے۔ اور حضور اکرم صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عینی شہادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لیس الخبر کالمعائنۃ۔ اس کے بعد ارشاد ہے:۔ وفجّرنا الارض عیونا اور ادھر ہم نے زمین کو پھیرنے والی بنادیا۔ اب ساری زمین سے چشمے اُبل رہے تھے۔" علامہ کرخیؒ لکھتے ہیں:۔۔۔ اس طرز بیان میں جو بلاغت ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر بجائے اس کے فجّرنا عیون الارض کہا جاتا تو معنی یوں ہوتے کہ ہم نے ساری زمین کے چشمے کھول دئے۔" اس میں وہ بلاغت نہیں جو فجّرنا الارض عیونا میں ہے

کیوں کہ ساری زمین کے چشمے کھول دینا اور ہے ۔ اور ساری زمین کو چشمے

بہاتی ہوئی بنانا اور ہے ۔

مآء منھمر کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ بماٗء منھمر کی تفسیر میں فرماتے

ہیں :۔ کثیر لم تمطر السماء قبل ذلك اليوم ولا بعده الا من

السحاب وفتحت ابواب السماء بالماء من غير سحاب ذلك اليوم

فالتقى الماءان۔ (ابن المنذر، ابن ابی حاتم) بہت پانی برسا۔ اوس دن سے

پیشتر یا بعد جب کبھی برسات ہوئی تو ابر سے پانی برستا رہا ہے مگر اوس دن (جبکہ

طوفان نوحؑ آیا) ابر نہ تھا (اور زبردست طوفانی بارش ہوئی بات یہ تھی کہ)

آسمان کے دروازے کھل گئے تھے وہاں سے پانی آرہا تھا (ادھر نیچے سے

زمین کے طنابے کھول دئے گئے اور اوپر سے ابواب السماء) بس دونوں پانی

مل کر ایک ہو گئے ۔"

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں :۔ ماء السماء وماء الارض على امر

قد قدر، قال كانت الاقوات قبل الاجساد وكان القدر قبل البلآء

(عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن جریر) پانی آسمان کا اور پانی زمین کا ٹھیک اوس

مقدار میں ایک جگہ جمع ہو گیا جس کا اندازہ پیشتر سے مقرر تھا۔ اجسام کی آفرینش سے

پہلے اون کی روزی اور امتحان سے پیشتر مقدار مقرر کردی گئی ہے۔"

نظام قدرت پر ایک سرسری نظر سبحان اللہ! قدرت کا نظام کتنا مکمل ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اوس کے دودھ کا انتظام فرما دیا جاتا ہے اس کا انکار کون کرسکتا ہے؟ محمد بن کعب کا کیا صحیح استنباط ہے کہ اسی طرح اجسام کی آفرینش سے پہلے اون کی روزی مہیا فرما دی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کا دوسرا استنباط کہ ابتلاء و آزمایش کے آنے سے پیشتر اوس کا انداز بھی پہلے ہی سے کرلیا گیا ہے۔ اس کو صحیح تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کا ہر کام جچا تلا بنا ہوا ہے۔ سچ ہے:۔ کل شئ عندہ بمقدار۔ اللہ سبحانہ کے نزدیک ہر چیز کی ایک مقدار مقرر ہے اوس سے سرِمو تجاوز ہوسکتا ہے اور نہ کوتاہی۔

ذات الواح ودسر کی تفسیر یہ تو منکرین کا حشر ہوا۔ اب اہل حق کیساتھ کیا سلوک ہوا؟ ارشاد ہو رہا ہے:۔ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ۔ اور ہم نے اون کو (نوحؑ اور اون کے ساتھیوں کو) ایک کشتی (یا جہاز) پر سوار کرا دیا جو تختوں اور کیلوں سے تیار کی گئی تھی۔"

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ الالواح الواح

السفینۃ والدسر معاریضھا التی تشد بھا السفینۃ ۔ (عبدبن حمید ابن المنذر) ''الواح'' توجہاز کے تختے تھے اور ''دُسُر'' اوس کے قلابے جن سے جہاز کو جوڑا جاتا ہے۔'' مجاہدؒ فرماتے ہیں:۔ الالواح الصفائح والدسر العوارض۔ (عبدبن حمید ابن المنذر) ''الواح'' سے مراد تختے اور ''دسر'' سے قلابے مراد ہیں۔'' قتادہؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے ''دسر'' کی تفسیر میں یہ بھی مروی ہے:۔ المسامیر۔ (ابن جریر ابن المنذر) ''دسر'' سے کیلے مراد ہیں'' جن کے دونوں کنارے باریک ہوتے ہیں اور اون سے دو تختوں کو جوڑ کر ایک کیا جاتا ہے۔ قتادہ' اور نافع بن ازرق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے تیسری تفسیر اس طرح مروی ہے:۔ کلکل السفینۃ (ابن جریر ابن ابی حاتم) جہاز کا سینہ'' یعنی سامنے کا حصہ جو پانی کو کاٹتا جاتا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں:۔ صدرھاالذی یضرب بھا الموج۔ (عبدبن حمید) جہاز کا سینہ جو پانی کی موجوں کو ڈھکیلتا ہے''۔ حسن بصریؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے (عبدبن حمید) خلاصہ یہ کہ کشتی نوحؑ ان سب کی جامع تھی۔ اوس کے تختے کیلوں سے جوڑے ہوئے' قلابوں سے

مضبوط کئے ہوئے تھے اور اوس کا اگلا حصہ اس طرح بنا ہوا تھا کہ جہاز پانی کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتا ہوا آگے بڑھ سکے اور منزل مقصود تک صحیح و سالم پہنچ سکے آگے ارشاد ہے:۔

تجری باعیننا کی تفسیر منقبت حضرت نوح علیہ السلام

تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا۔ وہ کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے رواں تھی" سبحان اللہ۔ واقعہ کی تصویر کس عمدگی سے کھینچی جا رہی ہے۔ غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی وہ صورت حال مخاطب کے سامنے ہے۔ طوفان کتنا ہی شدید ہو لیکن جہاز جو اس اہتمام سے بنا ہوا اور رب العزت کی حفاظت میں رواں ہو، کیا مجال کہ کسی حادثہ سے دوچار ہو یا اوس میں جو سوار ہیں اون کو کوئی دشواری پیش آئے۔ لاریب اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی بڑی منقبت ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب ایسی کشتی میں سوار ہیں جو رب العزت جل جلالہ کی عین عنایات میں رواں تھی۔

منقبت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان مبارک میں ارشاد ہوا:۔

وتوکل علی العزیز الرحیم ○ الذی یرٰک حین تقوم ○ وتقلُّبک

فی الساجدین o (والطور) آپ بھروسہ رکھئے اوس باعزت مہربان پر جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جس وقت آپ اُٹھتے ہیں اور آپ کا سجدہ کرنیوالوں میں پھرنا (بھی دیکھتا ہے)"۔ یعنی یہ بتایا جارہا ہے کہ وہاں تو کشتی نوحؑ اور اوسکی روانی پر نظر عنایت تھی۔ یہاں عین عنایت و لطف آپؐ پر لگی ہوئی ہے۔ آپؐ کی ہر نشست و برخاست پر بلکہ آپؐ کا نور مبارک جب سے اصلاب آبائے طیبینؑ اور ارحام امہات طیبات میں منتقل ہوتا آرہا تھا مسلسل اوس پر نظر لطف و کرم لگی رہی ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمائی گئی بلکہ دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا:۔" واصبر لحکم ربّك فانّك باعیننا" اور اپنے پروردگار کے حکم پر جمے رہئے کیوں کہ آپؐ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں"۔ یعنی زمانؔ مکان کی قید نہیں اور نہ کسی حال کی تخصیص و تحدید ہے بلکہ عین عنایت ہمیشہ ہر حال میں آپؐ پر لگی ہوئی ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

منقبت اہل بیتؑ اطہار حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ انّ مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوحؑ من رکبھا نجا و من تخلّف عنھا ھلك۔ (مستدرک حاکم عن ابی ذرؓ) یقیناً میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوحؑ جیسی ہے کہ جو اوس میں سوار ہوا نجات

پائی اور جو اوس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا"۔ اسی مضمون کی روایات
بہ عبارات مختلفہ مسند بزار، معجم طبرانی، تفسیر ابن جریر وغیرہ میں ابن عباس
ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

یہ بھی ارشاد فرمایا:۔ احبّوا اللّٰہ لما یغذ وکم بہ من نعمہ
واحبّونی لحبّ اللّٰہ واحبّوا اھل بیتی لحبّی۔ (ترمذی، حاکم
عن ابن عباسؓ) اللہ سے محبت رکھو (کم از کم) اس لئے کہ اوس نے اپنی
نعمتوں کو تمہاری غذا بنایا ہے اور مجھ سے محبت رکھو اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی
محبت ہے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو اس لئے کہ تم کو مجھ سے محبت ہے۔

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامان آل رسولؐ

جَزَآءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ کی تفسیر | جَزَآءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ۔ اس طرح بدلہ
دیا گیا اون کو جن کی قدر نہیں کی گئی تھی"۔ یعنی حضرت نوحؑ اور آپ کے ساتھیوں کو
اس طرح کشتی پر سوار کر کے ایسے طوفان عظیم سے ہم نے نجات دی۔ اور اس طرح
آپ کے دشمن تباہ و برباد کر دئے گئے۔ دشمنان خدا و رسول اور دشمنان دین کی
ایک نہ چل سکی۔ اور کامیابی کا سہرا اہل حق ہی کے سر رہا۔ عادۃ اللہ یہی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ترکنھا آیۃ کی تفسیر	وَلَقَد ترکنٰھا آیَۃً فَھَل مِن مُّدّکِر

اور بے شک ہم نے اوس (کشتی) کو نشانی کے طور پر چھوڑ رکھا تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے؟"

قتادہ کہتے ہیں: ۔ ابقی اللہ سفینۃ نوح علی الجودیّ حتّی ادرکھا اوائل ھذہ الامّۃ ۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی کشتی کو، کوہ جودی پر باقی و برقرار رکھا کہ اس امۃ مرحومہ کے اگلے لوگوں نے بھی اس کو دیکھا" درحالیکہ اس واقعہ کے ہزارہا سال بعد بنی ہوئی کشتیاں اور جہازات، گل کر ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔ سچ ہے: جسے اللہ رکھے اوسے کون چکھے؟۔ یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اس واقعہ کو ہم نے ایک یادگار حیثیت دی ہے کہ ہزارہا سال گزرنے کے باوجود بھی لوگوں کی یاد تازہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح کا واقعہ ابھی کل کا واقعہ ہے۔ اس صورت میں ترکناھا کی ضمیر سفینہ کی طرف نہیں بلکہ قصۂ نوح کی طرف راجع ہو گی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آفرینش آدمؑ کے بعد اگرچہ نوح علیہ السّلام نے

سب سے پہلے کشتی بنائی اور جہاز رانی کی پھر یہ صنعت اور صفت آپ کی
اولاد میں باقی رہ گئی اس کے بعد جس قدر جہاز، کشتیاں وغیرہ تیار ہوئی یا
ہوتی رہیں گی وہ اسی سفینۂ نوحؑ کی یادگار رہوں گی۔ واللہ اعلم

عذابی و نذر کی تفسیر | فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۔ پھر میرا
عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟" "نُذُر" جمع ہے "نذیر" کی اور نذیر
میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اوس کو مصدر قرار دیا جائے جس کے معنی ہیں "ڈرانا" یہاں
ہم نے یہی معنی لکھے ہیں کیوں کہ عذاب اور نذر میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر
ہے۔ یہ بتانا منظور ہے کہ ہمارے عذاب اور ڈرانے کا آخر کیا خطرناک نتیجہ ظاہر
ہوا کہ کوئی اوس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "نذیر" سے
ڈرانے والا مراد ہو۔ اس اعتبار سے ڈرسانے والے نبی و رسول مراد ہوں گے
یہ معنی بھی درست ہو سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے مراد یہ ہوگی کہ ہماری طرف سے
ڈرسانے والے جو آتے ہیں دیکھو اون کی کامیابی کیسی ہوتی ہے اور جو لوگ
اون کا مقابلہ کرتے ہیں اون کا انجام کیا ہوتا ہے؟ بعض مفسرین نے
یہاں "نُذُر" سے منذر منہ مراد لیا ہے یعنی جس چیز سے ڈرایا جاتا تھا
اوس کا حشر کیسا ہوا؟ مگر یہ تاویل ہے جب اصلی معنی درست ہو سکتے ہیں تو

کسی تاویل کی حاجت نہیں۔

یسرنا القرآن کی تفسیر "ولقد یسرنا القرآن للذکر" اور یقیناً ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے تاکہ اوس سے نصیحت لی جائے"۔

یسرنا القرآن کی تفسیر میں مجاہد کہتے ہیں:۔ ھوّنا قراءته۔ (آدم بن ابی ایاس، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی) اوس کی قراءت کو ہم نے سہل بنا دیا ہے"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ لولا ان الله یسّرہ علی لسان الآدمیین ما استطاع احد من الخلق ان یتکلّم بکلام الله۔ (ابن ابی حاتم، بیہقی) اگر قرآن کریم کی تلاوت کو اللہ سبحانہ' آدمیوں کی زبان پر' آسان نہ کیا ہوتا تو خلق خدا کو قدرت ہی نہ ہو سکتی کہ اللہ کا کلام اپنی زبان سے نکال سکے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الله تبارك وتعالیٰ قرأ طٰه ویٰس قبل ان یخلق السمٰوات والارض بالفی عام فلمّا سمعت الملائکة القرآن قالت طوبیٰ لامّة ینزل علیها هذا وطوبیٰ لاجواف تحمل هذا وطوبیٰ لالسنة تتکلّم بهذا

(دارمی، ابن خزیمہ، عقیلی، طبرانی، ابن عدی، ابن مردویہ، بیہقی) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی آفرینش سے دو ہزار سال قبل اللہ تبارک و تعالیٰ نے (سورۂ) طٰہٰ و یٰسٓ پڑھا۔ فرشتوں نے جب قرآن سُنا تو کہنے لگے اوس امت کو جنت نصیب ہو جن پر یہ (قرآن) نازل ہوگا۔ اور اون سینوں کو مبارک ہو جو اس کے حامل (حافظ) ہوں گے اور اون زبانوں کو خوشی ہو جن سے یہ (کلام اللہ) جاری ہوگا۔"

برادران اسلام سے خطاب برادران اسلام! ملائکہ کرام کی یہ مبارک باد آپ ہم سب کو مبارک ہو جو آسمان و زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل دی گئی۔ قرآن کریم اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر جس قدر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس کی قدر پہچانیں۔ قدردانی یہی ہے کہ اس کو پڑھا کریں۔ سنتے رہیں اس کے معانی و مطالب پر غور و فکر کرتے رہیں۔ اس کو مشعل راہ بنائیں۔ اور اس پر عمل کرنے کی سعی کریں۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت ہے اور اسی میں ہماری نجات ہے۔ قرآن کریم اس اعتبار سے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے قول ثقیل ہے اللہ سبحانہ نے فرمایا:۔ انا سنلقی علیك قولا ثقیلا (مزمل)۔ اے نبی کریم! ہم آپ پر بہت بھاری کلام اتار رہے ہیں۔" اتنا بھاری کہ

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔
(حشر) اگر ہم اس قرآن کو کسی بڑے سے بڑے زبردست پہاڑ (مثلاً ہمالیہ) پر
اُتارتے تو وہ بھی خشیت الٰہی سے پست اور پاش پاش ہو جاتا۔" یہ وہ بار امانت ہے
کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا
واشفقن منھا وحملھا الانسان (احزاب) ہم نے اپنی امانت، آسمانوں، زمین
اور پہاڑوں پر پیش کی تھی (کہ کون اس کا حامل بنتا ہے؟) سبھوں نے اس کے
اوٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور اس کو انسان نے اوٹھا لیا۔"
آفریں وصد آفریں، انسان پر کہ وہ کلام اللہ کا حامل بنا۔ لاریب کہ قرآن کریم کا
یہ ایک نہایت دشوار گزار پہلو ہے مگر فضل الٰہی دیکھئے کہ اس کو ہمارے لیے آسان
بنا دیا۔ اتنا آسان کہ پانچ چھ سال کا بچہ تک اس کا حافظ ہو جاتا ہے۔ امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھ سال کے تھے کہ پورے قرآن کریم کے حافظ ہو گئے
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک ہفتے میں حفظ قرآن فرما لیا۔ حفاظ صرف
ایک شبینہ میں پورا قرآن سنا دیتے ہیں۔ سننے والوں کو وہ ذوق و شوق حاصل
ہوتا ہے کہ کھڑے کھڑے رات کے چند گھنٹوں میں قرآن پاک اول سے آخر تک
سن لیتے ہیں۔ اور سنتے ہوئے کچھ بھی تکان محسوس نہیں کرتے۔ ایسے قوائے تقیل کی

یہ تیسیر (آسانی وسہولت) خدا کی قدرت ہے۔ اہلِ علم اور اربابِ عرفان کا لطف، بیان میں نہیں آسکتا۔ وہ تو اپنی جان کی تک بازی لگا دیتے ہیں۔

زرارہ بن اوفیؓ کی وفات بحالت امامت نماز

بہز بن حکیم کہتے ہیں:۔ امّنا زرارۃ بن اوفی فقرأ المدثر فلمّا بلغ فاذا نقر فی الناقور خرّ میّتا فکنت فیمن حمله (ابن سعد، حاکم) زرارہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہماری امامت کی تو سورۂ مدثر پڑھا۔ جب آیۂ کریمہ "فاذا نقر فی الناقور" تک پہنچے تو غش کھا کر گرے اور انتقال فرمایا۔ میں خود ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ان کو اٹھایا۔" یہ واقعہ ترمذی شریف میں بھی ہے۔ آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن نہایت کٹھن ہوگا خصوصاً کافروں کے حق میں تو کسی سہولت کا دن نہ ہوگا۔"

لسان مبارک ہی باعث تیسیر قرآن ہے

قرآن کریم کی اس تیسیر کا باعث کیا ہے؟ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "فانّما یسّرناہ بلسانک لتبشّر به المتّقین وتنذر به قوماً لدًّا"۔ (مریم) ہم نے اس کو (اے نبی کریم!) آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر کے محض اس لئے بھیجا کہ آپ اس کے ذریعہ خدا سے ڈرنے والوں کو (جنت کی) بشارتیں

اور اسی کے ذریعہ آپ جھگڑالو قوم کو (عذاب دوزخ سے) ڈرائیں"۔
دوسری جگہ ارشاد ہے :۔ فانما یسرناہ بلسانك لعلھم یتذکرون۔
(دخان) ہم نے اس کو آپ کی زبان میں، سہولت بخش بنا کے صرف اس لیے
اتارا کہ یہ لوگ (اس قرآن کریم سے) نصیحت لیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ
یہاں بھی خاطر اقدس ہی ملحوظ تھی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فھل من مدکر کی تفسیر فَھَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ تو کیا کوئی ہے نصیحت
لینے والا (قوم نوح کے اس واقعہ سے؟)"

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں :۔ ھل من منزجر عن المعاصی۔
(ابن المنذر) کیا کوئی ہے گناہوں سے رُکنے والا؟" قتادہ کہتے ہیں :۔
ھل من طالب خیر فیعان علیہ۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) کیا کوئی (اس)
واقعہ کو دریافت کرنے والا ہے جس کی مدد کی جائے یعنی اوس کو یہ واقعہ بتایا
جائے"۔ مطر الوراق کہتے ہیں :۔ ھل من طالب علم فیعان علیہ۔ (ابن
ابی الدنیا، ابن جریر، ابن المنذر) کیا کوئی طالب علم ہے جس کی مدد کی جائے؟"

امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں :۔ فھل من ذی تذکر یتذکر ما قد
فعلنا بھذہ الامۃ التی کفرت بربھا وعصت رسولہ نوحا وکذبتہ

فہل اتاھم بہ عن ربھم من النصیحۃ فیعتبر بھم و یحذر ان
یحل بہ من العذاب بکفرہ بربہ و تکذیبہ رسولہ محمدا صلی اللہ
علیہ وسلم مثل الذی حل بھم فینیب الی التوبۃ و یراجع الطاعۃ
تو کیا کوئی نصیحت لینے والا نصیحت حاصل کریگا اس واقعہ سے جو ہم نے اوس
قوم کے ساتھ کیا جس نے اپنے رب کا انکار کیا اور اوس کے رسول نوح علیہ السلام
کی نافرمانی کی۔ اور جو نصیحت آپ اپنے پروردگار کے ہاں سے لائے تھے اور اس
قوم کے انجام سے کیا کوئی عبرت لینے والا ہے؟ اور اس سے بھی ڈرتا ہو کہ اگر
وہ بھی خدا کا انکار کرے گا اور اوس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی تکذیب کرے گا تو اوس پر بھی ایسا ہی عذاب آئے گا جو اون
سابقہ لوگوں پر آیا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر توبہ اور طاعت کی طرف
رجوع کرے؟"

قرآن کریم کی برتری دیگر کتب الٰہیہ پر

یہاں یہ بتانا منظور ہے کہ قرآن کو عربی میں اس لئے نازل کیا گیا کہ آپ کی قوم پہلے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلے کیوں کہ یہ اونھیں کی زبان میں ہے اس کو ہم نے انواع واقسام کی نصیحتوں اور عبرتوں سے زینت دی اور وعدو وعید کو خوب

الٹ پھیر کر تبلا دیا ہے۔" عبارت کی بندش، کلمات کی سلاست، معنی کی صحت اور رفعت شان، نامانوس الفاظ سے خالی ہونا وغیرہ ایسے اوصاف اس میں ہیں کہ اس کے خلاف دم مارنے کی گنجایش نہیں۔ اس وجہ سے حضرت سعید بن جبیرؒ تابعی فرماتے تھے: ـ لم یستظھر شئی من الکتب الالٰھیۃ غیر القرآن۔ قرآن کے سوا کتب الٰہیہ میں سے کوئی کتاب اس پر تفوق نہ حاصل کر سکی۔"

طوفان نوح کے خصوصی اجزاء جو صرف یہاں بیان ہوئے

حضرت نوح علیہ السلام کا جو واقعہ یہاں مذکور ہوا اوس میں جہاز کے تختوں اور کیلوں سے تیار ہونے اور سفینۂ نوحؑ، حفاظت الٰہی میں رواں ہونے کا بیان بالکل نیا ہے۔ دوسری جگہ جہاں جہاں یہ قصہ آیا ہے بیان کے مذکورہ اجزا اوس میں نہیں ہیں۔ اسی پر دوسرے واقعات کو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہر موقع کچھ نہ کچھ جدت اور نیا علم اوس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال یہ ثابت ہوا کہ ایک ایک واقعہ کو اگرچہ کئی دفعہ دوہرایا گیا ہے مگر اس میں تکرار نہیں ہے۔

سورہ (۵۴) (آیت ۱۸ تا ۲۲)

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ 54-18
54-19

54-20 رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ
54-21 أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
54-22 الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ع جھٹلایا عاد نے پھر کیسا تھا میرا عذاب

۱ ریح صرصر شدیدۃ الھبوب او البرد ومنہ فی سورۃ الحاقۃ و اما عاد فاھلکوا بریح صرصر ۔ (محیط المحیط) تیز چلنے والی یا نہایت سرد ہوا کو "ریح صرصر" کہتے ہیں۔ سورۂ حاقہ میں قوم عاد کا ریح صرصر سے ہلاک ہونا جو بیان ہوا ہے یہی مراد ہے۔" وقولہ ریحا صرصر لفظہ من الصر وذلک یرجع الی الشد لما فی البرودۃ من التعقد (مفردات) ارشاد باری تعالیٰ "ریحا صرصر" اور اصل صَرٌّ سے ماخوذ ہے جس کے اصل معنی باندھنے اور گرہ دینے کے ہیں ٹھنڈی ہوا بھی چونکہ ہر چیز کو یخ بستہ کرتی اور باندھ دیتی ہے اس لئے اس کو "ریح صرصر" کہتے ہیں۔" فقیر عرض کرتا ہے کہ سناٹے بھرنے والی تیز ہوائیں آواز صَرصَر ہوتی ہے ممکن ہے اس وجہ سے بھی اس کا نام "ریح صرصر" رکھا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۲ النحس ضد السعد قال فی یوم نحس مستمر..... واصل النحس ان یحمر الافق فیصیر کالنحاس ای لھب بلا دخان فصار ذلک مثلا للشوم (مفردات) "نحس" ضد ہے مبارک و مسعود کی۔ ارشاد باری ہے :۔ فی یوم نحس مستمر۔

اور ڈرانا، ہم نے بھیجی اون پر ہوا سنّاٹے کی نحوست کے دن، جو گزر گئے

(بقیہ حاشیہ ۲ے صفحہ گزشتہ)

نحوست کے دن، جو گزر گئے ۔ "نحس" کے اصلی معنی یہ ہیں کہ آسمان کے کنارے تانبے کی طرح سرخ ہوجائیں۔ شعلے دکھائی دیں جن میں دھواں نہ ہو پھر ایسی صورت حال بدفالی کیلئے ضرب المثل بن گئی ۔

۳ے عَجُزُ الانسان مؤخّرہ وبہ شبّہ مؤخّر غیرہ قال کأنّھم أعجاز نخل منقعر والعجز اصلہ التأخّر عن الشیئ وحصولہ عند عجز الامری مؤخّرہ کما ذکر فی الدبر وصار فی التعارف اسما للقصور عن فعل الشیئ وھو ضدّ القدرۃ۔ (مفردات) انسان کے پچھلے حصے (سُرین) کو عَجُز کہتے ہیں۔ اسی سے دوسری اشیاء کے پچھلے حصہ کو بھی بطور تشبیہ عَجُز کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :- کأنّھم أعجاز نخل منقعر۔ وہ کھجور کی تنہ کے مانند ہوگئے جو اکھڑے ہوئے ہوں ۔ عَجز کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانے کے ہیں یعنی کام ختم ہونے کے بعد کسی چیز کا حاصل ہونا۔ دُبُر کا مفہوم بھی اسی طرح ہے۔ پھر عرف عام میں کسی کام سے پیچھے رہ جانے کا نام عجز ہوگیا۔ اس کی ضد قدرۃ ہے ۔

۴ے قعر الشیئ نھایۃ اسفلہ و قولہ کأنّھم أعجاز نخل منقعر

اکھاڑ دیتی لوگوں کو گویا وہ تنے ہیں کھجور کے اکھڑے ہوئے، پھر کیسا تھا

میرا عذاب اور ڈرانا، اور ہم نے آسان کر دیا قرآن، اس واقعہ کو سمجھنے کو پھر

کوئی ہے سوچنے والا "

ایک نکتہ | قصہ نوح کے بعد دوسرا قصہ قوم عاد کا ارشاد ہو رہا ہے۔ قوم

نوح کا کوئی لقب یا نام نہ تھا اس لئے اوس قوم کو نوح علیہ السلام ہی کی طرف

(بقیہ حاشیہ ۴ صفحہ گزشتہ)

ای ذاھب فی قعر الارض وقال بعضھم انقعرت من قعرھا وقیل

معنی انقعرت ذھبت فی قعر الارض وانما اراد تعالی انّ ھؤلاء اجتثوا

کما اجتثت النخل الذاھب فی قعر الارض فلم یبق لھم رسم ولا اثر

(مفردات) کسی چیز کی تہ کو "قعر" کہتے ہیں یعنی اوس کا انتہائی نچلا حصہ ـــــ

ارشاد باری ہے :- کأنھم اعجاز نخل منقعر۔ گویا کہ وہ کھجور کی پیڑ ہیں جو زمین کی

تہ میں گھسی ہوئی ہو انقعرت الشجرۃ کے معنی بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ درخت جڑ سے

اکھیڑ دیا گیا۔ اور کوئی اس کے یہ معنی کرتے ہیں۔ درخت زمین میں دھنس گیا۔ اب آیۂ

کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ قوم عاد کا استیصال ایسا ہوا جیسا کھجور کے درخت کا استیصال ہوتا ہے

کہ اوس کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ یا تو اس طرح کہ وہ جڑ سے اکھیڑ دیا گیا یا زمین میں دھنسا دیا گیا"

منسوب کیا گیا تھا۔ اور اس قوم کا نام معروف ہے اس لئے اوس کے نام سے قصہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ پیشتر واقعات کے ضمن میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔

دوسرا نکتہ یہاں حرف عطف واؤ نہ لانے میں یہ منظور ہے کہ ہر واقعہ بجائے خود مستقل طور پر قابل عبرت ہے۔ اسی طرح اس سورت میں اس کے بعد جو واقعات مذکور ہوئے ہیں اون کو بھی واؤ عطف کیساتھ نہیں بیان فرمایا گیا ہے۔ یہی اشارہ مقصود ہے کہ ان میں سے ہر ایک مستقل عبرت کا مقام ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اس قوم کے تکذیب کرنے کا بیان ہوا ہے مگر تکذیب کس طرح کی؟ اس کو نظر انداز فرمایا گیا یا تو اس لئے کہ دیگر مقامات میں اس کی صراحت آچکی ہے یا یہ بتانا مدنظر ہے کہ تکذیب کے بعد ہم نے کچھ مہلت نہ دی فوراً ہی سزا اوسی عمل میں آئی۔ بہرحال ارشاد ہو رہا ہے:۔

كَذَّبَتْ عَادٌ کی تفسیر كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ

"قوم عاد نے جھٹلایا تو میرا عذاب اور میری ڈانٹ اس قوم پر کیسی رہی؟" اوس کو فراموش نہ کرو۔ قوم عاد نہایت قد آور، اونچی پوری، قوی تنومند تھی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک کا قد بارہ ہاتھ کا تھا۔ بعض روایات میں

اس سے بھی زیادہ بتلایا گیا ہے۔ واللہ اعلم ان پر جو تباہی آئی وہ یہ تھی۔

یوم نحس کی تفسیر اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ

ہم نے ان پر ایک ٹھنڈی ہوا سائے کی بھیجی، منحوس دن " عام طور پر لوگ بعض دنوں کو نحس خیال کرتے ہیں اس لئے اس کی وضاحت مفید ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: النحس البلاء والشدۃ قال نافع وھل تعرف العرب ذلک قال نعم اما سمعت زھیر بن ابی سلمیٰ وھو یقول ۔

سواءٌ علیہ ای یوم اتیتہٗ أساعۃ نحس تتقی ام باسعد (طبی)

نحوست کے معنی "نحس" کے معنی بلاء (مصیبت، آزمائش) اور سختی کے ہیں۔ یہ سنکر آپ کے شاگرد نافع نے دریافت کیا۔ کیا عرب اس معنی سے واقف ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کیا تم نے زہیر کا یہ شعر نہیں سنا جس میں وہ کہتا ہے:۔ جس دن بھی تم اوس کے ہاں آؤ اوس کے نزدیک برابر ہے خواہ کسی منحوس گھڑی میں آؤ جس سے احتراز کیا جاتا ہے، یا کسی مبارک ساعت میں آؤ"۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نحس ضد ہے سعد کی۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا

فی یوم نحس قال ایام شداد ـ "یوم نحس" سے سخت دن (نہایت کٹھن) مراد ہیں"
قتادہ کہتے ہیں :ـ فی یوم مشئوم علی القوم (عبد بن حمید ابن جریر)
نہایت برا دن جو قوم پر آیا"

وہ منحوس دن کونسا تھا؟ اس کے متعلق روایات ذیل ہیں :ـ

چہار شنبہ کا دن زر بن حبیش فرماتے ہیں :ـ فی یوم نحس قال یوم الاربعاء ـ (ابن ابی حاتم) یوم نحس سے چہار شنبہ مراد ہے" جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں ـ یوم الاربعاء یوم نحس (ابن المنذر' ابن مردویہ) چہار شنبہ منحوس دن ہے"

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ـ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یوم نحس یوم الاربعاء ـ (ابن مردویہ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یوم نحس' چہار شنبہ ہے" ایک حدیث طبرانی کی بھی ہے :ـ یوم الاربعاء یوم نحس مستمر ـ چہار شنبہ کا دن نحس دن ہے"

حضرت انس فرماتے ہیں :ـ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الایام وسئل عن الاربعاء قال یوم نحس قالوا وکیف ذالك یا رسول اللہ قال اغرق اللہ فیہ فرعون وقومہ واھلك

عاد اور ثمود ۔ (ابن مردویہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا اور چہار شنبہ کی نسبت بھی پوچھا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ منحوس دن ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیونکر ہے؟ تو آپ نے فرمایا:۔ اللہ نے اس دن فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔ اور عاد و ثمود کی بربادی بھی اسی دن ہوئی''

آخری چہار شنبہ ابن عباسؓ سے بھی ایک ضعیف روایت ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر اربعاء فی الشھر یوم نحس مستمر۔ (وکیع، ابن مردویہ، خطیب) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ کا آخری چہار شنبہ منحوس دن ہے'' (مستمر کی تفسیر آگے آئیگی)۔

ان ہی روایات کی بنا پر عام خیال یہ ہے کہ چہار شنبہ اور خصوصاً آخری چہار شنبہ منحوس دن ہے۔ چنانچہ اس دن کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ سیر و تفریح میں گزار دیا جاتا ہے۔ یا لہو و لعب ہوتا رہتا ہے۔ خرافات کے دلدادہ لوگوں کی تو اس دن عید ہوتی ہے اور خوب بن آتی ہے۔ قوم عاد پر جو عذاب آیا تھا وہ تو ماہ شوال کا چہار شنبہ تھا۔ مگر زمانہ مابعد کے لوگوں نے اس کو ماہ صفر میں منتقل کر دیا۔ اور صفر کے آخری چہار شنبہ کو منحوس دن قرار دیا۔ اور انتا

منحوس کہ اگر اس دن کسی سے ابتدائی ملاقات ہو تو اس جیسا دوسرا دن اوس کے آنے نہ پائے گا۔ ضرب المثل ہی بنالی گئی : لہٰ اربعاء لا تدور۔ اوس کیلئے چہار شنبہ مقرر ہے جو پلٹ کر نہ آئے گا" شاعروں نے اس پر طبع آزمائی شروع کردی۔ ایک شاعر نے لکھا ہے۔ ؎ :-

لقاؤك للمبكر فأل سوء و وجهك اربعاء لا تدور

تیرا کسی سے ابتدائی ملاقات کرنا بہت ہی بُری فال ہے۔ اور تیرا چہرہ اوس چہار شنبہ کی طرح ہے جو دوبارہ نہیں آنے پاتا" یہ تمام خیالات جہالت کی پیداوار ہیں۔ تعلیمات اسلامی سے ان کو دور کا تعلق بھی نہیں۔ جو روایات مذکور ہوئیں اون کی نسبت، ناقدین احادیث شریفہ نے جو تصریح فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے :-

روایات بالا کی تنقید ابن عباسؓ کی روایت، جس کو وکیع ابن مردوہ اور خطیب بغدادی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اوس کے راوی سلمہ بن صلت ہیں۔ امام ابوحاتم ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ متروك۔ محدثین نے ان کی روایت کو ترک کردیا اور ان کو متروک قرار دیا ہے" وجزم ابن الجوزی بوضعه۔ علامہ سبط بن جوزی نے (جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے شیخ ہیں) بطور جزم فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔" ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:۔ حدیث لا یصحّ و رفعہ غیر متّفق علیہ فقد رواہ الطوری موقوفا علی ابن عباسؓ۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے پر محدثین کا اتفاق نہیں ہے۔ حافظ طوری نے اس کو حدیث موقوف قرار دیا ہے جو صرف ابن عباسؓ تک پہنچتی ہے۔" امام سخاویؒ لکھتے ہیں:۔ طرقہ کلّھا واھیۃ اس حدیث کے جملہ طرق، کمزور، ضعیف ہیں۔" وضعّفوا ایضا حدیث الطبرانی۔ اسی طرح طبرانی کی حدیث کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔" یہی حال دیگر روایات کا بھی ہے۔

چہار شنبہ کی فضیلت اس کے بالمقابل، روایات ایسی بھی ہیں جن سے اس دن کی فضیلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ منہاج حلیمیؒ اور بیہقی کی شعب الایمان میں ہے:۔ انّ الدعآء یستجاب یوم الاربعاء بعید الزوال۔

چہار شنبہ کے دن، زوال کے ساتھ ہی، دعا قبول ہوتی ہے۔"

ابن حبان، اور دیلمی نے حضرت جابر سے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے:۔ من غرس الاشجار یوم الاربعاء وقال سبحان الباعث

الوارث اتتہ اکلھا۔ جس نے چہار شنبہ کے دن درخت لگائے اور یوں کہا سبحان الباعث الوارث۔ (پاک ہے اللہ کی ذات، جو زندہ کرکے اٹھانے والا اور ہر ایک کا وارث ہے۔) تو وہ درخت بارآور ہونگے"۔

علامہ برہان الاسلام نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں حضرت صاحب ہدایہ کا یہ مجرب قول نقل کیا ہے:۔ ما بدئ شیئ یوم الاربعاء الاّ وتمّ وھو یوم خلق اللہ تعالی فیہ النور جس کسی کام کی ابتدا چہار شنبہ کے دن کی گئی وہ اتمام کو پہنچا۔ (کیوں نہ ہو چہار شنبہ) وہ دن ہے جس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا"۔ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:۔ فلذلک کان جمع من المشائخ یتحرّون ابتداء الجلوس للتدریس فیہ ویستحبّ بعضھم غرس الاشجار فیہ۔ اسی بنا پر علمائے کرام کی ایک جماعت آغاز تدریس کے لئے چہار شنبہ کے دن کی متلاشی رہتی تھی۔ اور بعض بزرگوار اس دن درخت لگانے کو مستحب قرار دیتے ہیں"۔

مدارس دینیہ میں علمائے کرام کا یہ تعامل ابتدا سے ہے اور فی زماننا بھی جاری ہے کہ کسی کتاب کو شروع کرتے ہیں تو دو شنبہ اور چہار شنبہ کو

اس کے لئے انتخاب کیا جاتا ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ وہ کتاب تکمیل کو پہنچتی ہے۔

سب دن برابر ہیں علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: کلّ الایّام سواٰء ولا اختصاص لذلك بیوم الاربعاء ومامن ساعة من الساعات الّا وھی سعد علی شخص ونحس علی آخر باعتبار ما یحدث اللہ تعالی فیھما من الملائم والمنافر والخیر والشرّ فکلّ یوم من الایّام یتّصف بالامرین لاختلاف الاعتبار وان استنحس الاربعاء لوقوع حادث فیه فلیستنحس کلّ یوم فما اولج اللیل فی النھار والنھار فی اللیل الّا لایلاد الحوادث وقد قیل ؎

الا انّما الایّام ابناء واحد وھذی اللیالی کلّھا اخوات

تمام دن برابر ہیں۔ چہارشنبہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ (رات دن کی) ہر ساعت کسی کے حق میں مبارک و مسعود ہوتی ہے تو کسی کے لئے نحس قرار پاتی ہے۔ موافق، مخالف، یا خیر و شر سب کچھ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اسی کا اعتبار ہے۔ ہر ایک دن ان متضاد صفات سے موصوف ہوسکتا ہے اور یہ مختلف اعتبار و حالات کے لحاظ سے ہے۔ اگر کسی حادثہ کے باعث چہارشنبہ کو منحوس قرار دیا جائے تو کوئی دن نحوست سے خالی نہیں ہوسکتا

(کیونکہ ہر دن کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے) آخر رات کا کوئی حصہ دن میں اور دن کا رات میں داخل ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی امر جدید حادث ہوتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے "خبردار رہو کہ تمام دن (ایک ہی زمانہ کے اجزاء اور آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح یہ راتیں بھی آپس میں سب بہنیں ہیں"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ جو روایات اوپر گزریں اگر سب کو درست اور صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے اور اس دن کی نحوست اور فضیلت جب ان میں دونوں مذکور ہیں تو اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ کوئی دن حقیقت میں سعد یا نحس نہیں ہے بلکہ اصل نحوست خداوند تعالیٰ شانہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے جس کی بنا پر انسان سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے اور کسی کی شامت آتی ہے جبھی تو وہ خلاف ورزی کی راہ اختیار کرتا ہے اسی طرح اصل سعادت، خدا تعالیٰ اور رسول ؐ کی اطاعت ہے۔ اور اس سعادت اور نیک بختی ہی کے باعث وہ صراط مستقیم پر چلتا ہے جس کی بدولت، انسان بہترین جزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ تو نحوست و سعادت کو کسی دن کے ساتھ متعلق کرنا صحیح طریقہ نہ ہوگا۔ بلکہ اپنے اچھے یا برے کردار پر اس کا دارومدار ہے۔ ورنہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو

ہفتہ کا کوئی دن ایسا نہیں جس میں خیر و شر کا ظہور نہ ہوا ہو۔

قوم عاد کے عذاب پر ایک سرسری نظر

دور کیوں جائیے خود قوم عاد پر جو عذاب آیا یہ کس کے حق میں نحس تھا اور کس کے حق میں مبارک و مسعود ثابت ہوا؟ ظاہر ہے کہ قوم عاد سے جو لوگ حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کرتے تھے اونھیں کی تباہی ہوئی۔ گو یہ تباہی چہارشنبہ یا آخری چہارشنبہ کو ہوئی۔ اصل نحوست تو ایک نبی اللہ کی تکذیب تھی۔ چہارشنبہ کو چھوڑ کر جس دن بھی اون پر عذاب آتا وہ اون کے حق میں منحوس دن ہوتا۔ اور جو لوگ ایمان لاچکے تھے اور راہ تقویٰ اختیار کی تھی اون کی نجات ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی بچالئے گئے۔ ان مبارک ہستیوں کے لئے تو یہی دن چہارشنبہ یا آخری چہارشنبہ کا مبارک و مسعود ثابت ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل سعادت، ایمان و تقویٰ ہے۔

اس کے علاوہ اسی قوم عاد کا حال سورۂ مومن میں گزر چکا ہے جس میں ارشاد باری ہوا ہے:۔ فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات ہم نے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا کئی دنوں تک جاری رکھی جو اون پر نحس ثابت ہوئی۔" جس سے معلوم ہوا کہ یہ عذاب صرف ایک دن نہیں بلکہ کئی دن تک رہا۔

پھر اس کی صراحت سورہ حاقہ میں آگے آرہی ہے :۔ سخرھا علیھم سبع لیال و ثمانیۃ ایام اوس ہوا کو اون پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلط کیا گیا تھا۔" اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قوم عاد پر مسلسل ایک ہفتہ تک یہ عذاب رہا۔ اور یہ ایام سب کے سب اون پر نحس ثابت ہوئے مگر یہ نحوست اوسی قوم کی حد تک تھی۔ اگر ان ایام کو آئندہ بھی نحس قرار دیا جائے تو ہفتہ کے پورے دن نحس ہی ہوں گے مبارک و مسعود دن کونسا ہوگا؟

نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جس کو نہ چاہے وہ نہیں ہوسکتا" نیز صحیح احادیث میں وارد ہے :۔ کان صلی اللہ علیہ وسلم یحب التفاؤل و یکرہ التشاؤم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیک فالی پسند خاطر تھی اور بد فالی سخت ناپسند تھی" مثلاً کوئی شخص کسی کے سامنے آجائے جس کا نام حسن یا سعید یا فلاح یا اسلم ہو اور وہ اوس کو فال نیک سمجھے کہ وہ جو کام کرنا چاہتا ہے اوس کا انجام اچھا، نیک اور کامیاب ہوگا تو آپؐ اس کو پسند فرماتے اس لئے کہ انسان کام کیلئے پیدا ہوا ہے اور کام کے وقت، کوئی ایسی اچھی چیز در پیش ہوگئی جس کے تصور سے

اوس کی امید بندھتی اور کام میں اوس کو رغبت و دلچسپی پیدا ہوتی ہے تو آپ کو اوس شخص سے خوشی ہوتی۔ برخلاف اس کے کوئی امر مکروہ کسی کے درپیش ہوجائے اور اوس سے وہ بدفالی اور بدشگونی لے تو آپ ایسے شخص سے ناراض ہوتے۔ بہرحال عام ہدایت یہی تھی کہ نحوست، بدفالی، بدشگونی کوئی چیز نہیں۔

آخری چہارشنبہ جاہلیت کی پیداوار ہے

امام مناویؒ ناقل ہیں:۔ ان اخبارہ علیہ الصلاۃ والسلام عن نحوسۃ آخر اربعاء فی الشہر من باب التطیرضرورۃ انّہ لیس من الدین بل فعل الجاہلیۃ ولا مبنی علی قول المنجمین۔

آخری چہارشنبہ کی نحوست کا بیان جو احادیث مذکورہ میں آیا ہے اون کا منشا یہ ہے کہ نحوست و بدفالی کی تمام باتیں جاہلیت کی پیداوار ہیں نحوست اور بدفالی کا دین سے کچھ بھی تعلق نہیں، اور نجومیوں کی باتیں بھی بالکل بے بنیاد ہیں۔"

کافر تو انبیا علیہم السلام کی مبارک ہستیوں کو تک معاذ اللہ شگون بد تصور کرتے اور برملا کہتے تھے انا تطیرنا بکم۔ ہم تمہارے وجود سے

بدفالی لیتے ہیں۔" اللہ سبحانہ کے حکم سے اونھوں نے جواب میں فرمایا:۔
طائرکم معکم۔ تمہاری بدفالی اور نحوست، تمھارے ہی ساتھ ہے۔"
یعنی تمہارا یہ کفر اور یہ تکذیب، یہی وہ نحوست ہے جو تمھارے ساتھ ہے
اور آئندہ بھی تمھارے ساتھ جو عمل ہوگا وہ تمھارے ہی اعمال کی شامت پر
مبنی ہوگا لہٰذا نہ کفر و عناد سے کام لو اور نہ گرفتاری و عذاب کی شامت
مول لو۔

مُستمِرّ کی تفسیر اس کے بعد یوم نحس کی یہ صفت ارشاد ہوئی:۔
مُستمِرّ۔ اس کے معانی حسب ذیل ہیں:۔ (۱) تلخ۔ (اگر اس کا اشتقاق
مُرّ اور مرارۃ سے ہو۔) (۲) شدید۔ (اگر یہ لفظ مِرّۃ سے
مشتق تسلیم کیا جائے۔ (۳) مضبوط یا بٹا ہوا۔ (اگر یہ مریو سے لیا جائے)
(۴) گزرا ہوا۔ (اگر یہ مرور سے بنا ہو) یہاں ہم نے معنی آخری
لکھے ہیں۔ اور ہماری نظر میں یہی معنی یہاں زیادہ موزوں و مناسب
ہیں۔ مطلب یہ کہ قوم عاد پر جو منحوس ساعت عذاب کی آئی تھی وہ گزر چکی
خواہ وہ سات (۷) راتیں اور آٹھ (۸) دن ہوں جیسا کہ سبع لیال و ثمانیۃ
ایام کی تصریح فرمائی گئی۔ یا ایک دن (عذاب کی ابتدا کا یا ایک دن اسکی

انتہا کا جس دن تباہی و بربادی کی تکمیل ہوئی) جیسا کہ یہاں ارشاد ہوا ہے۔ اَب وہ منحوس دن دوبارہ پلٹ کر آنے والا نہیں۔ اوس قوم کی نحوست' اوسی کے ساتھ گزر چکی۔

حضور انور کے برکات یہ رحمۃ للعالمین ارواحنا لہ الفداء کا مبارک ومسعود دور ہے۔ اس میں نحوست وشوم کا کیا ذکر؟ دنیا بھر کی ساری نحوستیں قدوم میمنت لزوم کی برکت سے ختم ہوچکیں اور حرف غلط کی طرح مٹ گئیں صراط مستقیم پر چلو اور سیدھے' بے کھٹکے جنت میں پہنچو۔ ان ربی علیٰ صراط مستقیم یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے"۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ فی کل وقت وحین نے یہ تعلیم وتلقین فرمائی کہ ہر کام تحت مشاریب العزت جل جلالہ وعم نوالہ ہے۔ وہی مؤثر حقیقی ہے۔ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن ارشاد نبوی ہے۔ اللہ سبحانہ جو چاہے وہی ہوگا۔ اور جس کو نہ چاہے وہ کبھی نہ ہوگا"۔ اب توہمات باطلہ کی گنجایش نہیں۔ اگر کوئی تکلیف ومصیبت جانی ومالی بھی پہنچے تو یقین رکھے کہ یہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا"۔ اور یہ بھی محض ابتلا وامتحان کے لئے ہوگا۔ "ولنبلونکم بشیٔ

من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات " ہم تمہارا امتحان کرتے رہیں گے کبھی کچھ خوف اور بھوک کے ذریعہ اور کبھی مال، جان، اور ثمرات میں کمی کرکے " ساتھ ہی اوس کا علاج بتلا دیا گیا کہ ذرا صبر سے کام لیں اور اللہ کو یاد کریں ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

اعجاز نخل منقعر کی تفسیر اس کے بعد ارشاد ہوا:۔ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ۔ (قوم عاد پر جو باد صرصر بھیجی گئی) لوگوں کو اس طرح نکال پھینکتی تھی گویا وہ کھجور کی اوکھڑی ہوئی پیڑ ہیں " قوم عاد بلند و بالا قامت کی تھی مگر باد صرصر کا مقابلہ نہ کر سکی یہ تو عذاب الٰہی تھا اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔ لما اقبلت الریح قام الیھا عاد فاخذ بعضھم بایدی بعض وغمزوا اقدامھم فی الارض وقالوا من یزیل اقدامنا عن الارض ان کان صادقا (عبد بن حمید، عبد اللہ بن احمد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم) جب ہوا چلنا شروع ہوئی تو قوم عاد کے (تنومند افراد) اوٹھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کے اپنے قدم زمین میں دھنسا دئے پھر کہنے لگے اب ہمارے قدم زمین سے کون

ہٹا سکتا ہے اگر کوئی سچا ہے (تو ہٹا دے)۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔ ان کان الرجل من عاد لیتخذ المصاعین من حجارۃ لو اجتمع علیہ خمسمائۃ من ھذہ الامۃ لم یستطیعوا ان یحملوہ فکان الرجل یغمز قدمہ فی الارض فتدخل فیہ۔ (عبد بن حمید، ابن جریر) قوم عاد کا ایک ایک شخص پتھر کے دروازے بنا کر (مکانات کو) لگاتا تھا اگر اون کو اس امت کے (۵۰۰) آدمی بھی اوٹھانا چاہیں تو اون سے نہ ہو سکے ان لوگوں نے اپنے قدم زمین میں جما دئے۔ مگر ہوا اون کے پاؤں کے نیچے بھی گھس جاتی اور اون کو متزلزل کر دیتی تھی۔"

مجاہد کہتے ہیں:۔ وقعت رؤسھم کامثال الاخشبۃ وتقورت اعناقھم فشبھھا باعجاز نخل منقعر۔ (سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر) اون کے سر جو پتھر کے گنڈ کی طرح تھے لڑھکنے لگے اور اون کی گردنیں کٹتی گئیں اس کی تشبیہہ کھجور کے درختوں سے دی گئی ہے جن کی جھتری توڑ دی گئی ہو۔"

بہرحال ہوا کے زور سے اون کے سر ہی غائب تھے۔ اور اون کے جثّے ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے کھجور کی تنہ کٹ کر پڑی ہوئی ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے :۔ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ نُذُرِ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۔ پھر میرا عذاب (جو قوم عاد پر دنیا میں آیا) کیسا تھا اور میرے ڈرانے کا انجام (دار آخرت میں) کیسا ہو گا ؟ اور بے شک ہم نے قرآن کو (اس جیسے واقعہ کی) یاد دہانی ہی کی خاطر آسان بنا دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے ؟

سورۂ خفیفہ کہنے کی ممانعت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کہتا تھا سُورۃٌ خفیفۃٌ ۔ یعنی یہ سورت ہلکی ہے ۔" آپ نے فرمایا کہ نادان ! ایسا نہ کہتا بلکہ سورۃٌ یسیرۃٌ کہہ یعنی آسان اور سہل سورت ۔" کیونکہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے ولقد یسرنا القرآن ہم نے قرآن کو آسان اور نرم و سہل بنایا ہے ۔"

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ تیسیر قرآن یہ ہے کہ اس کی ایک ایک آیۃ کریمہ ، زباں پر چڑھتی ، کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ، آنکھوں کو منور کرتی اور دل کو مطمئن کرتی سرور بخشتی ، روح کو تازگی دیتی ، بدن پر رونگٹے کھڑے کرتی ، ہاتھ پاؤں کو آمادہ عمل کرتی اور فضائے عالم کو معطر کرتی ہے ۔ پھر کوئی ہے جو اس کو پڑھے ، سُنے ، دیکھے ، سمجھے ، حیاتِ جاودانی سے تازگی

حاصل کرے۔ اوس کے آگے جھکے اور اوس کے بموجب کام کرنے کے لئے تیار
ہو جائے اور چار دانگ عالم میں اس کا اعلان کرے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں
جو روز و شب اسی دُھن میں لگی ہوئی ہیں بارك الله لهم وكثر امثالهم
آمین۔

قوم عاد کے افعال اور اوس کے انجام پر غور کرو کہ کیسی عبرت کا مقام
ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں :ـ

چو برگشتہ بختے در افتد بہ بند　　از و نیک بختاں بگیرند پند
تو پیش از عقوبت درِ عفو کوب　　کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب
فراشو چو بینی درِ صلح باز　　کہ تا گہ درِ توبہ گردد فراز
مرو زیر بارِ گنہ اے پسر　　کہ حمّال عاجز بود در سفر
پےِ نیک مرداں بباید شتافت　　کہ ہر کیں سعادت طلب کرد یافت
ولیکن تو دُنبالِ دیوِ خسی　　ندانم کہ در صالحاں کے رسی

54-23 كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا
54-24 نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا
54-25

ـلہ سعر النار والحرب یسعرهما سعرا اوقدهما واشعلهما وهیجهما فالسعر

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ 54-26
اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ 54-27
54-28
اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ 54-29
فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَا 54-30
عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ 54-31
54-32
يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ جھٹلایا ثمود نے

(بقیہ حاشیہ لے صفحہ گذشتہ)

الجنون وفی سورۃ القمر انّ المجرمین فی ضلال وسُعُرای فی عناء وعذاب۔ (محیط المحیط) یہ لفظ باب فتح سے ہے۔ سعر النار والحرب محاورہ ہے آگ روشن کی یا لڑائی چھیڑ دی۔ اون کو مشتعل کیا۔ اور ہیجان پیدا کیا۔ سورۂ قمر میں فی ضلال وسعر جو آیا ہے اوس سے رنج وعذاب مراد ہے۔" فسُعُر مفرد ونظیرہ ما تقدّم من نُکُر ونظیرہ فی کلام العرب ناقۃ سُعُل بضمّتین ای شلاء۔ ویجوز ان یکون جمع سعیر وھو النار والاحتمالان منقولان (جمل) سُعُر مفرد ہے اس کی نظیر نُکُر اوپر گزر چکی ہے۔ کلام عرب میں اس کی نظیر ناقۃ شُلُل بضمتین موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں اونٹنی جس کے ہاتھ بیکار ہو چکے۔" اور یہ بھی

ڈر سنانے والوں کو، پھر کہنے لگے (یہ) آدمی (ہے) ہم ہی میں کا ایک

(بقیہ حاشیہ لے صفحہ گذشتہ)

جائز ہے کہ یہ سعیر کی جمع ہو یعنی دوزخ۔ دونوں احتمال (ارباب تفسیر سے) منقول ہیں۔"

لے الاشر شدۃ البطر وقد اشر یا شر اشرا قال تعالیٰ سیعلمون غدا من الکذاب الاشر فالاشر ابلغ من البطر ولا یکون الا فرحا بحسب قضیۃ الھوی۔ (مفردات) حد درجہ اترانے کو اشر کہتے ہیں یہ سمع آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ "سیعلمون غدا من الکذاب الاشر اسی سے ہے اشر بہ نسبت بطر کے بلیغ تر ہے۔ اور یہ اوس خوشی کا نام ہے جس کی بنیاد صرف خواہش نفس پر ہو"

سے ھشم الشیئ یھشمہ ھشما کسرہ وقیل کسر الشیئ الیابس او الاجوف او کسر العظام الراس خاصۃ او الوجہ والانف او الشیئ الیابس الذی لیس بصعب المکسر او کل شیئ قال الشاعر:۔

عمرو العلا ھشم الثرید لقومہ ورجال مکۃ مسنتون عجاف

والھشیم المھشوم ونبت یابس متکسر او یابس کل کلاء وکل شجر

کیا ہم اسی کے پیچھے پیچھے چلیں؟ (اگر ایسا کریں گے) تو ہم غلطی میں پڑے ہونگے

(بقیہ حاشیہ ۳ صفحہ گذشتہ)

(محیط المحیط) کسی چیز کو توڑ دیتے ہیں تو هَشَمَ کہتے ہیں یہ باب نصر سے آتا ہے۔ بعضوں نے کہا کسی سوکھی چیز یا تجویف والی چیز (مثلاً بانس یا نلی) کے توڑنے کو کہتے ہیں۔ خاص کر ہڈیاں توڑنے اور سر پھوڑنے کو بھی ھشم کہتے ہیں یا منہ توڑنا یا ناک توڑ دینا یا کوئی سوکھی چیز توڑ دینی جس کا توڑنا مشکل نہ ہو یا مطلق کسی چیز کو توڑ ڈالنا۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ عمرو عالی قدر (ہاشم بن عبد مناف) نے اپنی قوم (قریش مکہ) کے لئے روٹیاں چور چور کر ثرید تیار کرایا جب کہ اہل مکہ قحط میں مبتلا ہو کر نحیف و ناتواں ہو چکے تھے۔" اور ھشیم ٹوٹی ہوئی شیٔ کو کہتے ہیں جو از قسم نباتات ہو یا ہر قسم کی سوکھی گھانس اور ہر قسم کا سوکھا درخت۔" والھاشم ابو عبد المطلب واسمه عمرو لانه اوّل من ثرد الثرید وھشمه لاھل الحرم (محیط المحیط) ھاشم حضرت عبد المطلب کے والد ماجد (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہیں) آپ کا نام "عمرو" تھا۔ آپ کا لقب ہاشم اس لئے قرار پایا کہ آپ نے ساکنین حرم شریف کے لئے سب سے پہلے ثرید تیار کرایا تھا۔ (**فقیر** عرض کرتا ہے کہ آپ ہی کی اولاد بنی ہاشم کہلاتی ہے۔ ثرید چکولیوں کی طرح گوشت اور روٹی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا شعر آپ ہی کی مدح میں ہے

اور کوفت میں (رہیں گے) کیا اُتری اسی پر نصیحت، ہم سب میں سے کوئی نہیں

(بقیہ حاشیہ ۳ صفحہ گذشتہ)

"ثرید" عرب کی نہایت مرغوب اور لذیذ غذا ہے۔ جو بڑے اہتمام سے تیار کی جاتی ہے)۔

۴؎ الحظر جمع الشیٔ فی حظیرۃ والمحظور الممنوع والمحتظر الذی یعمل الحظیرۃ قال تعالی فکانوا کھشیم المحتظر۔ (مفردات) کسی چیز کو باڑھ میں جمع کر دینے کو حظر کہتے ہیں۔ اور محظور کے معنی ہیں ممنوع۔ اور جو باڑھ لگاتا ہے اوس کو محتظِر کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:۔ فکانوا کھشیم المحتظر۔ (قوم ثمود) روندی ہوئی باڑھ کی طرح چور چور ہوگئی"۔ الحظر المنع وھو ضدّ الاباحۃ والحظیرۃ جرین التمر والمحیط بالشیٔ خشبا او قصبا وما یعمل للماشیۃ لکی یقیھا البرد والریح ج حظائر۔ وحظیرۃ القدس الجنّۃ۔ والمحتظر الذی یعمل الحظیرۃ وفی سورۃ القمر فکانوا کھشیم المحتظر ای کالشجر الیابس المتکسر الذی یتّخذہ من یعمل الحظیرۃ لاجلھا۔ (محیط المحیط) منع کرنے کو حظر کہتے ہیں اور یہ اباحۃ کی ضد ہے اور حظیرہ کھجور خشک کرنے کی جگہ اور کسی چیز کا احاطہ یا باڑھ جو لکڑیوں یا بانس سے تیار کی جائے یا وہ باڑھ جو جانوروں کو سردی اور ہوا سے بچانے کے لئے لگائی جائے اس کی جمع حظائر ہے اور حظیرۃ القدس

(یہ) جھوٹا ہے بڑائی جتاتا ہے۔ یہ کل کو جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی
جتانے والا۔ ہم بھیجتے ہیں اونٹنی اون کے جانچنے کے واسطے۔ تو راہ دیکھتا رہ
اون کی اور سہتا رہ۔ اور سنا دے اون کو کہ ان میں پانی کی تقسیم ہے۔
ہر (ایک کو اپنی) باری پر پہنچنا چاہیئے۔ پھر پکارا اونھوں نے اپنے رفیق کو
پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا' پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرسنانا پھر
بھیجی ہم نے اون پر ایک سخت آواز' پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑھ کی طرح ہو کر رہ
گئے۔ اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو' پھر کوئی ہے سوچنے والا۔"

"ثمود" جیسا کہ بیشتر سورتوں کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ آپ نے ان کو اللہ سبحانہ کا پیام سنایا جس میں یہ بھی تھا کہ اگر تم میرا اتباع نہ کرو گے تو سخت گمراہی میں رہو گے اور دوزخ میں جاؤ گے۔" یہ پیام' انبیا و رسل سابقین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پیاموں کے

(بقیہ حاشیہ ۱؎ صفحہ گذشتہ)

جنت کو کہتے ہیں اور حظیرہ بنانے والے کو محتظر کہتے ہیں۔ چنانچہ سورہ قمر میں ہے فکانوا کھشیم المحتظر یعنی وہ خشک ٹوٹی ہوئی باڑھ کی طرح ہو گئے جو جانوروں کی حفاظت کے لئے لگائی گئی تھی۔"

عین مطابق تھا۔ اس کا جواب جو قوم ثمود نے دیا اوس کو بیان فرمایا
جا رہا ہے:۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ثمود نے (ایک صالحؑ کو کیا
جھٹلایا بلکہ) تمام رسولوں کی تکذیب کی (کیوں کہ صالحؑ کا پیام تمام
رسولوں کے پیامات کے مطابق تھا) فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ
اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ
كَذَّابٌ اَشِرٌ۔ چنانچہ بولے کہ ہم ہی میں کا آدمی وہ بھی یکہ و تنہا (جس کا کوئی
پیرو نہیں اور جس کا قوم پر کچھ بھی اثر نہیں) ہم اوس کا اتباع کریں؟ (اگر ایسے کی
پیروی کریں گے تو) پیروی کرنے کی صورت میں ہی ہم سخت گمراہی اور عذاب کے
مستوجب ہوں گے۔ (گویا صالح علیہ السلام کے پیام ہی کو اونھوں نے آپ پر
پلٹا دیا کہ گمراہی اور عذاب آپ کے عدم اتباع میں نہیں بلکہ آپ جیسے کے
اتباع ہی میں ہے)۔

أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا کی تفسیر بَشَرًا میں یہ اشارہ ہے کہ رسول تو کوئی
فرشتہ ہونا چاہیے یہ بشر ہیں۔ مِنَّا سے یہ بتانا منظور ہے کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ
بشر بھی رسول ہو سکتے ہیں تو کسی ترقی یافتہ قوم سے ان کا تعلق ہونا چاہیے تھا
یہ تو ہم ہی میں سے ہیں۔ وَاحِدًا سے یہ جتانا چاہتے ہیں کہ چلو مان لیا کہ

ہماری ہی قوم کو ترقی دینی منظور رہے تو ان کی کوئی بڑی جماعت ہونا چاہیے تھی
اون میں یہ ذی اثر ہوتے اور ایک جماعت کی تائید ان کو حاصل ہوتی۔ ایسا بھی
نہیں ہے۔ یہ کاحد من الناس ہیں۔ ایک عامی شخص، نہ تمول، نہ وجاہت
نہ اثر، نہ ان کی کسی پر حکومت، پھر ہم ان کی باتوں کو باور کریں تو کس بنا پر؟
اگر اس طرح ہر کس و ناکس کی بات، مان لیا کریں اور اون کی اقتدا کرتے جائیں تو
ایسی اقتدا و پیروی ہی گمراہی اور تباہی کا موجب ہوگی۔ کیا وحی الٰہی، صرف
ان ہی پر نازل ہوئی درحالیکہ ہم بھی بشر ہیں۔ ہماری اتنی اکثریت ہے۔
اور ہم میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو تمول، وجاہت، اثر اور حکومت غرض مال
اور حال ہر اعتبار سے ان کے مقابلہ میں بہت بڑھے چڑھے ہیں جن کو اپنی جماعت
کی پوری تائید حاصل ہے۔ ان سب کو چھوڑ کر وحی الٰہی، بھلا صرف ان پر کیوں اترنے چلی؟ بات
اصل یہ ہے کہ ان پر وحی وغیرہ تو کچھ بھی نہیں آئی بلکہ یہ محض غلط بیانی سے
کام لے رہے ہیں۔ صرف اپنی شان بتانا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح گھر
بیٹھے، مفت میں اپنی حکومت ہم پر قائم کرنے کا منصوبہ گھڑ لیا ہے۔

دورِ حاضر پر ایک نظر دور موجودہ کے حالات پر نظر کیجیے جس کو حریت
اور جمہوریت کا دور کہا جاتا ہے کہ اس میں انتخابات کس طرح لڑے جاتے ہیں

اوران کا معیار کیا ہے ؟ یہی کہ کوئی شخص کسی عہدہ کا امیدوار ہو کسی کھاتے پیتے گھرانے سے اوس کا تعلق ہو۔ خود بھی متمول صاحب جائداد ہو کسی مسلمہ جماعت کی تائید اوس کو حاصل ہو۔ کسی جامعہ کا سند یافتہ ہو۔ غیر ملکی نہ ہو۔ سزا یافتہ نہ ہو۔

بہر حال موجودہ دَور کا معیار بھی تقریباً وہی ہے جو ہزارہا سال پیشتر جاہلیت خالصہ کا معیار تھا۔ اخلاق، کردار، انسانیت، راستبازی، ایمان داری، خدا ترسی، ہمدردی، خیر خواہی سے کچھ بحث نہیں۔ مثبت اور منفی جو شروط لگائے گئے ہیں ہر ایک پر بحث کی جاسکتی ہے اور جن اہم امور کو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز کیا گیا ہے اوس پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ اور یوں بھی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے کام لیا جائے تو یہ تمام باتیں واضح ہو سکتی ہیں۔ اسی بنا پر قوم ثمود کے اعتراضات کا تفصیلی جواب نہیں دیا گیا بلکہ نبی اللہؑ پر جو الزام رکھا گیا صرف اوس کی مدافعت بلیغ طور پر فرمائی گئی کہ اس پر سکوت درست نہ تھا۔

مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ کی تفسیر | اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا: —

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۔ یہ عنقریب جان لیں گے کہ

غلط بیانی سے کام لینے والا (کَذَّابٌ) شان جتانے والا (اَشِرٌ) کون ہے؟ (صالح ہیں یا یہ دریدہ دہن' ابھی حقیقت کھل جاتی ہے۔ ذرا صبر سے کام لیجئے اور ہمارے حکم کا انتظار کیجئے جس کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے)

روی انهم سألوه متعنتين ان يخرج من صخرة منفردة في ناحية الجبل ناقة حمراء جوفاء وبراء عشراء فاوحى الله اليه (روح البیان) کہتے ہیں کہ ثمود نے حضرتؑ سے از راہ سرکشی یہ درخواست کی کہ دامن کوہ کی چٹان سے ایک اونٹنی برآمد فرمائیں جو سرخ رنگ کی' قوی توانا' حاملہ ہو۔ اوس کے بال گھنے ہوں' اور حمل بھی دس مہینے کا ہو۔ (تاکہ برآمد ہوتے ہی بچہ دے) اللہ سبحانہ نے آپؑ پر وحی فرمائی ؛

انا مرسلوا الناقة کی تفسیر

اِنَّا مُرۡسِلُوا النَّاقَةِ فِتۡنَةً لَّهُمۡ فَارۡتَقِبۡهُمۡ وَاصۡطَبِرۡ وَنَبِّئۡهُمۡ اَنَّ الۡمَآءَ قِسۡمَةٌۢ بَيۡنَهُمۡ كُلُّ شِرۡبٍ مُّحۡتَضَرٌ ۔ ہم بھیجتے ہیں اونٹنی (اون کی فرمایش کے مطابق) اون کا امتحان کرنے کے لئے (کہ کس طرح وہ اوس کی پاسداری کرتے ہیں) تم اون کی نگرانی کرتے رہو اور (اون کی ایذاؤں کو) سہتے رہو۔ اور اونکو (اچھی طرح) جتادو کہ پانی کی تقسیم ہے اون کے (اور اس اونٹنی اور اوسکے

بچے کے) درمیان۔ (ایک دن پانی وہ خود لے سکتے ہیں جتنا چاہیں لیں
استعمال کریں، خود پئیں اور اپنے جانوروں، کھیتیوں اور باغات کو دیا کریں
اور ایک دن پانی اِس اونٹنی اور اوس کے بچے کے لئے چھوڑ دیا کریں) ہر ایک
(اپنی اپنی) باری پر (پانی کے پاس) حاضر ہوا کرے" (ان کی باری کے
روز اونٹنی نہیں آئے گی اور اونٹنی کی باری پر یہ نہ جائیں بس آپ اس امر کی
نگرانی فرمائیں۔)

انّ الماء قسمة کی تفسیر | مجاہدؒ کہتے ہیں:۔ یحضرون الماء
اذا غابت الناقة واذا جاءت حضروا اللبن۔ (فریابی، عبد بن حمید
ابن جریر) جس دن اونٹنی غائب رہتی سب لوگ پانی کے پاس آتے اور جس
دن اونٹنی آتی تو (یہ لوگ پانی کے پاس تو نہ جاتے مگر) دودھ سے فائدہ
اوٹھاتے" غور کیجئے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی کیسی مہربانی تھی کہ ایک دن تو
عادت کے مطابق اون کو افراط کے ساتھ پانی مل جاتا تھا اور دوسرے دن
اگر پانی نہ ملتا تو دودھ سے فائدہ اوٹھاتے۔ دودھ کی یہ فراوانی اور بہتات
کہ تمام قوم اوس سے متمتع ہو کیسی مہربانی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ دودھ
خود اوس اونٹنی کا ہو کیونکہ اوس کی آفرینش حضرت صالح علیہ السلام کے

معجزہ کے طور پر تھی اور اللہ سبحانہ نے قوم کو پانی سے ایک دن روک دیا تو اوس کا نعم البدل دودھ تجویز فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ دودھ اللہ سبحانہ کی بہت بڑی نعمت ہے جس میں طعام و شراب' دونوں جمع ہیں اس میں غذائیت بھی ہے اور پیاس بھی اس سے دفع ہوتی ہے۔ چھوٹے بچوں کو دیکھو کہ اون کی زندگی محض دودھ پر ہے۔ کھانا' پانی سے اون کو کچھ سروکار نہیں۔ غرض ثمود کا ایک مدت تک یہی عملدرآمد رہا۔ اس پر قائم رہنا چنداں دشوار نہ تھا مگر مثل مشہور ہے۔ المرءُ حریصٌ علیٰ ما مُنِع۔ انسان کو ممنوعہ شئ پر بڑی حرص ہوتی ہے " اور یہ بھی مشہور ہے الحریص محرومٌ۔ حرص کرنے والا محروم و بے نصیب ہے "

حرص و آز اور اوس کا انجام

قوم ثمود بھی حرص و آز کا شکار ہو گئی رہ رہ کر ان کو خیال آتا کہ آخر پانی کی یہ ممانعت کس بنا پر اور کب تک؟ اُس قوم میں ایک عورت تھی جس کے ہاں بکریاں وغیرہ زیادہ تھیں۔ اسکی بکریاں پانی پینے جاتیں اگر اوس دن اونٹنی کی باری ہوتی تو اوس سے ڈر کر بغیر پانی پیئے واپس آجاتیں یہ امر اوس عورت کو بہت ناگوار گزرتا۔ ایک دن اوس نے اپنے آشنا قدار بن سالف کو اشارہ کر دیا کہ اس اونٹنی کا

کام تمام کردے اور قوم نے بھی اوس کو اُبھارا۔ اس کو احمر ثمود بھی
کہتے تھے یہ بڑا جری اور خبیث تھا عرب بطور تحقیر اس کو اُحیمر ثمود بھی کہتے
ہیں اور قصاب کو اسی مناسبت سے قُدار کہتے ہیں۔ وہ کوتاہ قامت
سرخ آنکھوں نیلی پُتلیاں والا تھا۔ ایسے افراد بہت شریر اور خبیث ہوتے
ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے :۔ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ۔
پس ان لوگوں نے اپنے ساتھی (قُدار) کو آواز دی اور اوس نے اس اہم
کام کا بیڑا اٹھایا اور (اونٹنی کے) ٹانچے کاٹ دئے غرض وہ اونٹنی
جس کو اللہ سبحانہ نے حضرت صالحؑ کے معجزے کے طور پر بھیجا تھا اور دوسری
جگہ اوس کو "ناقۃ اللہ" کا لقب دیکر اوس کی عظمت وشان بڑھائی تھی
ہلاک ہو چکی۔ اوس کا بچہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر پکارتا پھر رہا تھا جس کی
دردناک آواز سے سننے والوں کے دل ہل جاتے تھے بالآخر اوس کا کام بھی
تمام کر دیا گیا۔ دونوں کو کاٹ کر سب کھا گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو
اونٹنی نظر نہ آئی تو آپ نے دریافت کیا کسی نے کوئی پتہ نہ تبلایا۔ بلکہ اپنی
لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے اوس کو پکارا تو ہر شخص کے پیٹ سے جواب
ملنے لگا۔ اس سے قوم کھسیانی ہو گئی اور حضرت کو بھی بہت دُکھ ہوا۔

جبرئیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آئے گا آپ نے قوم کو آگاہ فرما دیا۔ مگر قوم نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ آگے ارشاد ہو رہا ہے :۔

هَشِیمِ الْمُحْتَظِرِ کی تفسیر

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ۔ پھر کیسا رہا میرا عذاب اور ڈرانا (قوم ثمود کو ؟) ہم نے بھیجی اون پر ایک ہی زبردست دھماکو آواز' پھر وہ سب کے سب روندی ہوئی باڑھ کی طرح (پارہ پارہ ہوکر) رہ گئے۔" یہ دھماکو آواز' حضرت جبرئیل کی ایک چیخ تھی :۔ مُوتُوا۔ مرجاؤ۔ برباد و ہلاک ہوجاؤ۔" اس آواز نے جو اثر دکھایا اوسکی نسبت مفسرین کرام کی تصریحات حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ قتادہ کہتے ہیں :۔ کرماد محترق۔ (عبدالرزاق' عبد بن حمید) جلی ہوئی راکھ کی طرح خاکستر ہوگئے۔"

۲۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔ کالعظام المحترقة۔ (ابن جریر' ابن المنذر) جلی ہوئی ہڈیوں کی طرح ہو گئے۔"

۳۔ حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت ہے :۔ کالحشیش تأکله الغنم۔ (عبد بن حمید' ابن المنذر)۔ گھانس کی طرح رہ گئے جس کو جانور

اپنی خوراک بنا سکیں " ابن ابی حاتم کی ایک روایت بھی اسکے قریب قریب ہے
۴۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں : ــ التراب الذی یسقط من الحائط۔
(عبد بن حمید، ابن جریر) مٹی کی طرح ہو گئے جو (پرانی) دیوار سے جھڑتی ہے "

دھماکو آواز کا راز | دھماکو آواز کے ذریعہ جو سزا دی گئی وہ بدلہ تھا اوس آواز کا جو قوم ثمود نے اپنے رفیق (قُدار) کو دی تھی جس کا بیان فناد وا صاحبھم کی تفسیر میں گزرا۔ یا نتیجہ تھا اونٹنی کے بچے کی فریاد کا جو اپنی ماں کی جدائی میں پکارتا پھر رہا تھا۔ حدیث شریف میں ہے : ــ
من فرّق بین والدۃ وولدھا فرّق اللہ بینہ و بین احبّتہ یوم القیامۃ (سخاوی) جس نے ماں کو اوس کے بچے سے جدا کر دیا اللہ او سکو قیامت میں اپنے احباء سے جدا کر دے گا " یہ حدیث شریف جنگی قیدیوں کے باب میں وارد ہوئی ہے۔ یعنی اگر ماں بچہ دونوں قید میں آجائیں تو جیل میں اون کو الگ الگ نہ رکھا جائے۔ یہ اونٹنی اور اوس کا بچہ تو قوم کی متفقہ فرمایش کی بنا پر بطور معجزہ بھیجا گیا تھا۔ بہر حال جو سزا ملی وہ حسب حال تھی آگے ارشاد ہے : ــ

قصۂ ثمود پر ایک نظر | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

مِنْ مُّدَّکِرٍ ۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا (اس واقعۂ قوم ثمود کو بھی) یاد رکھنے کے لئے ۔ تو کیا کوئی یاد رکھنے والا، نصیحت لینے والا ہے؟ ۔ غور کیجئے کہ ساری قوم کی تباہی و بربادی کا محرک اصلی کیا تھا؟ فقط حرص و آز ۔ پانی کی باری مقرر تھی ۔ اگر اس پر قناعت کی جاتی اور یہ چنداں دشوار نہ تھی کیونکہ ایک دن پانی ملتا تھا اور دوسرے دن دودھ ۔ جو پانی کا کام بھی دیتا ہے اور غذائیت ایک وصف زائد ہے مگر اس قوم پر حرص و آز کا غلبہ ہوا نتیجہ معلوم ۔ اَلحریص محرومٌ ۔

کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا[1] 54-33 54-34

---

[1] الحصباء الحصیٰ واحدتها حَصَبَۃٌ والحاصب اسم فاعل و ریح شدیدۃ تحمل التراب و تثیر الحصباء او ھو ما تناثر من دقاق الثلج والبرد والسحاب الذی یرمی بھما (محیط المحیط) کنکریوں کو حصباء کہتے ہیں اس کا مفرد حَصَبَۃٌ ہے ۔ حاصب صیغہ اسم فاعل ہے اور اوس تیز ہوا کو بھی کہتے ہیں جو مٹی کو اٹھالائے اور کنکریاں برسائے یا وہ حالت کہ چھوٹے چھوٹے اولے یا گار گرتے ہوں یا ابر جو اون کو برساتا ہو“ فقیر عرض کرتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا بھی اسی سے ہے ۔ یعنی ہم نے اون پر پتھر برسانے والی آندھی بھیجی ۔

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ 54-35
مَنْ شَكَرَ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ 54-36
وَلَقَدْ 54-37

۲ه السّحر طرف الحلقوم والرئة وقیل انتفخ سحرہ و بعیر سحر عظیم السحر والسحر والسحرۃ اختلاط ظلام آخر اللیل بضیاء النہار وجعل اسما لذلك الوقت (مفردات) حلق یا پھیپھڑے کے کنارے کو سحر کہتے ہیں۔ چنانچہ کسی کا حلق یا پھیپھڑا پھول جاتا ہے تو یہ محاورہ کہا جاتا ہے انتفخ سحرہ۔ اور بعیر سحر کہتے ہیں اس بنا پر کہ اس کا حلق بڑا ہوتا ہے۔ نیز سحر اور سحرۃ کے معنی ہیں رات کی تاریکی کے ساتھ صبح کی روشنی مل جانا۔ نیز اوس وقت کا نام ہی سحر رکھ دیا گیا ہے۔"

فقیر عرض کرتا ہے نجّیناھم بسحر سے بھی یہی مراد ہے یعنی سحر کے وقت جبکہ تاریکی شب کے ساتھ دن کی روشنی مل جاتی ہے ہم نے لوطؑ اور اون کے خاندان کو بچا لیا۔" اسکی جمع اسحار آتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے جس میں اہل ایمان کی یہ صفت بیان ہوئی ہے" وبالاسحار هم یستغفرون۔ اوقات سحر میں وہ دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔" دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔ والمستغفرین بالاسحار۔ اوقات سحر میں استغفار کرنے والے۔" یہ استغفار کا بہترین وقت ہے واللہ الموفق۔

۳ه البطش تناول الشیئ بصولة یقال ید باطشة (مفردات) کسی چیز پر

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ 54-38

نُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ 54-39 54-40 ع ۲

(بقیہ حاشیہ ۳ سے صفحہ گزشتہ)

حملہ آور ہو کر گرفت میں لانے کو بطش کہتے ہیں۔ محاورہ ہے ید باطشۃ ہاتھ کی گرفت سخت ہو جو کسی طرح چھوٹ نہ سکے تو اس موقع پر کہتے ہیں۔ محیط المحیط میں ہے:۔ البطش الاخذ الشدید عند الغضب والتناول بصولۃ۔ غصہ کی حالت میں سخت گرفت کرنے کو بطش کہتے ہیں۔ نیز کسی پر حملہ کر کے گرفت میں لینے کو بھی بطش کہتے ہیں۔" فقیر عرض کرتا ہے۔ بطشۃ کے معنی ہیں ایک بار گرفت میں لانا۔ یہاں بطشتنا سے ایک دفعہ کی گرفت ہی مراد ہے واللہ اعلم۔

۴ المماراۃ المحاجۃ فیما فیہ مریۃ قال تعالیٰ فلا تمار فیہم الا مراءً ظاہرا واصلہ من مریت الناقۃ اذا مسحت ضرعہا للحلب۔ (مفردات)

مماراۃ کے معنی بحث و حجت کرنا ایسی چیز میں جس میں تردد ہو۔ ارشاد باری ہے:۔ فلا تمار فیہم الا مراءً ظاہراً آپ ان کے بارے میں بحث نہ کیجئے مگر سرسری طور پر" اس کی اصل مریت الناقۃ کا محاورہ ہے جو دودھ دوہتے وقت جانور کے

جھٹلایا لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں کو پھر ہم نے بھیجی اون پر آندھی پتھر

(بقیہ حاشیہ کا صفحہ گزشتہ)

نقص پر ہاتھ پھیرنے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ ماراہ ممار اۃ و مراء جادلہ ونازعہ وطعن فی قولہ تزییناً للقول وتصغیراً للقائل۔ (محیط المحیط) ماراہ اوس وقت کہتے ہیں جب کوئی کسی سے بحث کرنے اور جھگڑنے لگے اور مخاطب کی بات پر طعن کرے اپنی بات کو بھلی بتانے اور دوسرے کے قول کی تحقیر کے لئے"

شہ المراودۃ ان تنازع غیرك فی الارادۃ فترید غیر ما یرید قال ھی راودتنی عن نفسی (مفردات) مراودۃ کے معنی ہیں دوسرے سے اوس کے ارادہ کی نسبت جھگڑنا یعنی وہ جو ارادہ رکھتا ہے اوس کے خلاف اپنے ارادہ کا اظہار کرنا۔ ارشاد باری ہے:۔ (یوسفؑ نے) کہا اسی عورت نے میرے ارادے کے بغیر اپنا ارادہ ظاہر کیا" **فقیر** عرض کرتا ہے ولقد راودوہ عن ضیفہ سے بھی یہی مراد ہے کہ قوم نے حضرت لوطؑ کے ارادۂ مبارک کے خلاف اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ واللہ اعلم۔

لہ الطمس ازالۃ الاثر بالمحو قال ولو نشآء لطمسنا علی اعینھم ای ازلنا ضوءھا وصورتھا کما یطمس الاثر۔ (مفردات) کسی چیز کو مٹا کر

برسانے والی سوائے لوط کے خاندان کے، بچا لیا ہم نے اون کو پچھلی رات سے
اپنے پاس کی نعمت سے، ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اوس کو جو شکر کرے اور
وہ ڈرا چکے تھے اون کو ہماری گرفت سے، پھر حجت کرنے لگے ڈرانیوالوں سے
اور ان سے لینا چاہا اون کے مہمانوں کو، پھر مٹا دیں ہم نے اون کی آنکھیں،
اب چکھو میرا (پہلا) عذاب اور میرا ڈرانا، اور آیا اون پر صبح سویرے عذاب
جو مقرر ہو چکا تھا، اب چکھو میرا (دوسرا) عذاب اور میرا ڈرانا، اور ہم نے
آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لئے، پھر ہے کوئی سوچنے والا؟"

(بقیہ حاشیہ ۵ صفحہ گزشتہ)

اوس کا نشان زائل کر دینے کو طمس کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:۔ ولو نشاء لطمسنا علی اعینهم یعنی اگر ہم چاہیں تو اون کی آنکھوں کی بینائی زائل کر دیں اور اون کی صورت ہی بدل دیں جیسے کسی چیز کا نشان محو کر دیا جاتا ہے"

طمس فلان الشیئ طمسا محاہ واھلکه وغطاہ واستاصل اثرہ (محیط المحیط)

محاورہ عرب طمس فلان الشیئ اوس وقت بولا جاتا ہے جب کہ کسی چیز کو مٹا دیا جائے یا اوسکو ہلاک و تلف کر دیا جائے یا اوس پر پردہ ڈال کر ڈھانک دیا جائے یا اوس کا نشان سرے سے دور کر دیا جائے۔ (یہ لفظ باب نصر سے لازم اور باب ضرب سے متعدی آتا ہے یہاں متعدی ہے)۔

کذّبت قوم لوطؑ کی تفسیر اسی سلسلے میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا بیان ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوا :۔ کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا ' لوطؑ کی قوم نے (بھی ہمارا) ڈرنا نے والوں کو جھٹلایا' تو ہم نے اون پر پتھراؤ (کا عذاب) بھیجا"۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ یہ انداز بیان بالکل ترالا اختیار فرمایا گیا کیوں کہ یہاں تکذیب کے ساتھ ہی عذاب نازل کرنے کا بیان ہو رہا ہے۔ اُمم سابقہ کے احوال جس طرح بیان ہوئے کہ اون کے پیغمبروں نے یوں فرمایا اور قوم نے یہ جواب دیا ایسا طرز یہاں نظر انداز ہوا۔ اس میں غالباً یہ اشارہ منظور ہے کہ یہ قوم جس فعلِ شنیع میں گرفتار تھی وہ اس قابل ہی نہیں کہ اوس کا ذکر زبان پر لایا جائے یا حوالہ قلم کیا جائے۔ تہذیب و شائستگی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ایسے رکیک و ناموزوں افعال کی طرف التفات ہی نہ ہوتا کہ اوس فعل بد کی شناعت کمال درجہ ظاہر ہو۔ اسی وجہ سے عباد الرحمٰن کے اخلاق یہ بتائے گئے :۔ "واذا مرّوا باللغو مرّوا کراما۔ کسی لغویت کے پاس سے کبھی اون کا گزر ہوتا ہے تو وہ شریفانہ وقار کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں "۔ دیکھی ہوئی چیز کو اَن دیکھی بنا دیا۔ اور سنی ہوئی کو ان سُنی۔ اور چپ چاپ

وہاں سے گزر گئے۔

امامِ اعظمؒ کا ایک واقعہ | حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک حمام میں داخل ہوئے جہاں ایک شخص برہنہ نہا رہا تھا۔ آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ اوس شریر کو اس پر بھی تنبیہ نہ ہوئی۔ پکار کر کہا:۔ یا ابا حنیفۃ! کم اعمی اللّٰہ بصرک؟ ابو حنیفہ! اللہ نے آپ کی آنکھیں کب سے اندھی کردیں؟ حضرت نے برجستہ جواب ادا فرمایا:۔ منذ ھتک اللّٰہ سترک "جب سے کہ اللہ سبحانہ نے تیری حیا کا پردہ چاک فرما دیا"

حَاصِباً کی تفسیر | بہرحال اس قوم پر پتھر برسائے گئے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں:۔ ریحا ترمیھم بالحصباء وھی حجارۃ دون ملئ الکف۔ ایک زوردار ہوا آئی جو اپنے ساتھ پتھروں کو اڑا لائی تھی یہ پتھر زیادہ بڑے نہ تھے ایک ایک پتھر ایسا تھا جو ہاتھ میں بآسانی آسکتا تھا۔ ریح اگرچہ مونث سماعی ہے اور اس لحاظ سے حاصبۃ کہنا چاہئے تھا مگر حاصباً بصیغہ مذکر اس لئے فرمایا گیا کہ یہ ہوا بطور عذاب بھیجی گئی تھی اور عذاب مذکر ہے۔ بعض مفسرین نے حَاصِباً کی تفسیر "ملکا" سے فرمائی ہے یعنی پتھر برسانے والے فرشتوں کا دستہ بھیج دیا۔ جب یہ عذاب آیا تو ساری

قوم تباہ ہوگئی۔

آل لوط کی تفسیر اِلَّآ اٰلَ لُوۡطٍ نَجَّیۡنٰهُمۡ بِسَحَرٍ نِّعۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا كَذٰلِكَ نَجۡزِیۡ مَنۡ شَكَرَ "مگر لوطؑ کا خاندان، کہ ہم نے اون کو پچھلی رات ہی سے بچا لیا، ان کا یہ بچاؤ ہمارے ہاں کی ایک نعمت تھی۔ ہم شکر گزاروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں" کہتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی دو صاحبزادیاں تھیں اور ما بقی چند مومنین صالحین تھے جو آپ کا اتباع کرتے تھے۔ یہ کل (۱۳) نفوس تھے جن کو بچا لیا گیا۔ ان کو حکم ہوا کہ پچھلی رات سے اُٹھ کر اس بستی سے دور نکل جائیں۔ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے اوس طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت لوطؑ، آپ کی صاحبزادیاں، اور مومنین صالحین، پچھلی رات سے نکل پڑے اور تیزی سے بہت دور جا نکلے۔

بیداری سحر کی فضیلت اسی سے پچھلی شب کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ نجات کا وقت ہے۔ گناہ بخشوانے کا وقت ہے :-

اے دیدہ گنہ می کنی و می خسپی ‌ ‌ ‌ ‌ چشمے کہ درو خار بود چوں خسپد

قرآن کریم میں دیگر مقامات پر شب بیدار رہنے والوں کی منقبت بیان

ہوئی ہے۔ اللہ سبحانہ ہم تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ اپنی عمر کے ان لمحات کو غنیمت جانیں توبہ و انابت، دعا و استغفار سے کام لیں اور خدائے قدوس کی رضا و خوشنودی حاصل کریں آمین :-

شب خیز کہ عاشقاں شب راز کنند گرد سر کوئے دوست پرواز کنند

دیکھئے کہ ساری قوم تباہ ہو رہی ہے مگر سحر خیزوں کو بچا لیا جا رہا ہے اور اون کی مدح سرائی ہو رہی ہے اون کو آل لوطؑ میں داخل کیا جا رہا ہے اور جو حسن سلوک لوطؑ اور آل لوطؑ کے ساتھ ہوا وہی ان مومنین متبعین کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے۔ اس بنا پر کہ یہ بھی اللہ سبحانہ کے شکر گزار بندے تھے اس لئے اس انعام کے مستحق ٹھہرے۔ اسی طرح ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے دریافت پر حضور اکرمؐ نے فرمایا آلی کل تقی یعنے ہر متقی میری آل میں شامل ہے" ایک موقع پر حضرت سلمان فارسی کی نسبت ارشاد ہوا:۔ سلمان منا اهل البیت" سلمانؓ بھی ہمارے اہل بیت سے ہے" یہ بدیہی بات ہے کہ خاندان والاد و دمان، پر" آل اور اہل بیت" کا اطلاق، اولاً حقیقی و بالذات ہے اور سلمان فارسی اور ان جیسے اہل اتقاء پر ثانیاً و بالعرض۔ جن کا نسبی رشتہ اگرچہ حضور اکرمؐ کے ساتھ نہیں لیکن

نسبت روحانی و غلامی ضرور رکھتے ہیں ۔ صلوات اللہ وسلامہ علی رحمۃ للعلمین ۔

قوم لوط کی ابتدائی سزا آگے ارشاد ہے :۔ وَلَقَدْ اَنْذَرَھُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۔ وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَیْفِہٖ فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۔ بے شک اون کو (لوطؑ نے) ہماری گرفت سے ڈرایا (اور اچھی طرح آگاہ کر دیا) تھا اس پر بھی وہ (ہماری تخویف سے) شک میں پڑے ہوئے تھے اور یقیناً اوس قوم نے لوطؑ کے مہمانوں پر اپنا ہاتھ ڈالنا چاہا ۔ پھر ہم نے اون کی آنکھیں (حرف غلط کی طرح) مٹا دیں (اور کہا کہ) اب ہمارے عذاب اور ہمارے ڈر کا مزہ چکھو ۔

قتادہؒ کہتے ہیں :۔ ذکر لنا ان جبریل استاذن ربہ فی عقوبتھم لیلۃ اتوا لوطا وعالجوا الباب لیدخلوا علیھم فصفقھم بجناحہ فترکھم عمیانا یترددون لا یھتدون الی طریق حتی اخرجھم لوط ۔ (عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) ہم سے بیان کیا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام جس رات لوط علیہ السلام کے ہاں آئے تو پروردگار تعا‌‌لی سے

اس قوم کو سزا دینے کی اجازت لے لی تھی۔ یہ لوگ دروازہ توڑ کر داخل ہوئے تو
جبرئیلؑ نے اپنے اجنحہ سے اون کو مارا جس سے وہ اندھے ہو کر پریشان
پھرنے لگے اون کو نکلنے کا راستہ تک نہیں مل رہا تھا۔ حضرت لوطؑ نے اونکو
گھر سے نکال دیا۔"

بہر حال چند آدمی جو از راہ شرارت گھر میں گھس آئے تھے اور حضرت
لوطؑ سے آپ کے مہمانوں کو چھیننا چاہتے تھے جو حسین خوبصورت لڑکوں کی
شکل میں آئے ہوئے تھے۔ اون کو یہ سزا ملی۔ یہ پہلی سزا تھی۔ اسی لیے
یہاں "فذوقوا عذابي ونذر" دو جگہ آیا ہے۔ یعنی ہمارا عذاب
اور ہمارے ڈرانے کا پہلا خمیازہ' نابینائی کی شکل میں بھگت لو۔
دوسری سزا اس کے ساتھ جداگانہ ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ اور ضحاکؒ فرماتے ہیں: — انما حجب ادراکهم
فدخلوا المنزل ولم يروا شيئاً فجعل ذلك كالطمس فعبر
به عنه۔ (روح المعانی) صرف اون کے ادراک پر پردہ پڑ گیا تھا۔
چنانچہ جب وہ (لوط علیہ السلام کے) مکان میں آئے تو اون کو کچھ بھی دکھائی
نہ دیتا تھا۔ گویا اون کی حالت (آنکھوں کے ہوتے ہوئے) ایسی تھی جیسی

اوس شخص کی ہوتی ہے جس کی آنکھیں ہی مٹادی گئی ہوں لہٰذا اس حالت کی تعبیر طمس سے کی گئی جس کے معنی آنکھوں کو مٹادینے کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ساری قوم پر دوسرا عام عذاب جو آیا اوس کا بیان آگے آرہا ہے۔

قوم لوطؑ کی تباہی وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ صبح سویرے اون پر قائم رہنے والا عذاب آیا (اور اون سے فرشتوں نے کہا کہ) اب میرے اس عذاب اور میری تخویف کا مزہ (بھی) چکھتے رہو۔ اور بے شک ہم نے قرآن کو (اس واقعہ کی) یاددہانی کے لئے (بھی) آسان کردیا ہے تو کیا کوئی ہے جو اس کو یاد رکھے۔"

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ[۱] فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا[۲] كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ[۳] عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ[۴] ۝ اور بے شک آئے

سورۃ القمر (۲ ع ۔ ۲ ۔ ۵۵) آل

[۱] الآل خص بالاضافة الى اعلام الناطقين يضاف الى الاشرف ويستعمل فيمن يختص بالانسان اختصاصا ذاتيا اما بقرابة قريبة او بموالاة قال عزوجل آل ابراهيم وآل عمران وقال آل فرعون قيل وآل النبي عليه الصلاة والسلام اقاربه وقيل المختصون به

فرعونیوں کے پاس (ہمارا) ڈر سنانے والے، اونھوں نے ہماری جملہ

(بقیہ حاشیہ لہ صفحہ گزشتہ)

من حیث العلم وقیل لجعفر الصادق رضی اللہ عنہ الناس یقولون المسلمون کلھم آل النبی علیہ الصلاۃ والسلام فقال کذبوا وصدقوا کذبوا فی ان الامۃ کافتھم آلہ وصدقوا فی انھم اذا قاموا بشرائط شریعتہ آلہ۔ (مفردات) لفظ آل بطور خاص انسان کے نام کی طرف مضاف ہوکر آتا ہے جو کسی شرافت کے حامل ہوں اور وہ خود بھی کوئی خصوصیت ذاتی رکھتے ہوں، قرابت قریبہ ہو یا عہد و پیمان کیا ہو۔ قرآن کریم میں آل ابراہیم آل عمران آیا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل (پاک) آپ کے اعزہ واقارب ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علم و فضل کی خصوصیت رکھنے والے آپ کی آل ہیں۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا لوگ کہتے ہیں کہ تمام مسلمان آں حضرتؐ کی آل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ غلط بھی کہا اور صحیح بھی۔ غلط یہ کہ ساری امت آپ کی آل ہے اور درست اس طور پر کہ جب وہ آپ کی شریعت کے شروط پر قائم ہوں۔

۲ہ قیل للبناء العالی آیۃ ولکل جملۃ من القرآن دالۃ علی حکم

نشانیوں کو جھٹلایا' پھر ہم نے لے لیا اون کو اپنی گرفت میں جیسے ایک

(بقیہ حاشیہ ۲ے صفحہ گزشتہ)

والتی ارسلت الی الامم المتقدّمة وقیل الآیات اشارۃ الی الادلة (مفردات)۔ اونچی عمارت کو آیة کہتے ہیں۔ نیز قرآن کریم کے ہر جملے کو جو ایک ایک حکم پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ قدرت کے نشان اور معجزات جو اگلی امتوں کی طرف بھیجے گئے۔ نیز آیات سے دلائل بھی مراد ہیں۔" **فقیر** عرض کرتا ہے یہاں نشان ہائے قدرت و معجزات مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

۳ے الاخذ حوز الشیئ وتحصیله وذٰلك تارۃ بالتناول وتارۃ بالقهر نحو معاذ اللّٰہ ان نأخذ الامن وجدنا متاعنا عندہ ونحو قوله وکذٰلك اخذ ربك اذا اخذ القریٰ۔ (مفردات) اخذ کے معنی کسی چیز کو گھیرے میں لینا اور اوس کو حاصل کرنا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ہاتھ میں لے لینا' یا قہراً اوس پر مسلط ہونا۔ صورت اولیٰ کی مثال معاذ اللّٰہ ان تاخذ اور صورت ثانیہ کی مثال وکذٰلك اخذ ربك اذا اخذ القریٰ۔ **فقیر** عرض کرتا ہے یہاں صورت ثانیہ مراد ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

۴ے القدرۃ اذا وصف بها الانسان فاسم لهیئة له بها یتمکّن

ایک زبردست اقتدار والے کی گرفت ہونی چاہیے "

فرعون اور اوس کی قوم کا انجام

ارشاد ہو رہا ہے کہ ہمارا ڈر سنانے والے (موسیٰؑ و ہارونؑ) فرعون اور اوس کے ماتحت لوگوں کے پاس آئے انھوں نے نافرمانی کی صورت میں عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا۔ اور مدتِ مدید تک

(بقیہ حاشیہ ۳ صفحہ گزشتہ)

من فعل شیئ ما واذا وصف الله تعالی بها فهی نفی العجز عنه ومحال ان یوصف غیرالله بالقدرة المطلقة معنی وان اطلق علیه لفظا بل حقه ان یقال قادر علی کذا ومتی قیل هو قادر فعلی سبیل معنی التقیید ولهذا لا احد غیرالله یوصف بالقدرة من وجه الا ویصح ان یوصف بالعجز من وجه والله تعالی هو الذی ینتفی عنه العجز من کل وجه۔ (مفردات) قدرت وصفِ انسانی ہو تو وہ حالت مراد ہے کہ وہ کوئی کام کر سکے۔ اور اگر وہ وصفِ الٰہی ہو تو عاجزی کی نفی مراد ہوگی۔ پوری قدرت غیراللہ کا وصف ہونا محال ہے اگر لفظاً اوس کو قادر کہا جائے تو کسی خاص کام کی محدود قدرت ہی مراد ہوگی۔ غیراللہ کسی امر پر قادر بھی ہو تو اوس کے ساتھ کسی امر پر قادر نہ ہونا بھی سمجھا جائے گا۔ صرف ذاتِ الٰہی ہے کہ یہاں عاجزی کا تصور نہیں عجز بجمیع الوجوہ یہاں منتفی ہے "

سلسلہ تبلیغ جاری رکھا۔ ہر قسم کے شکوک وشبہات دور کرنے کی سعی بلیغ کی۔
اپنی نبوت ورسالت کے نشان تبلائے۔ جن میں سے ہر ایک نشان ما فوق العادت
امر تھا۔ عصا، ید بیضا، قحط، طوفان، ٹڈیوں، جوں اور مینڈکیوں کی کثرت
کہ ان میں کا ایک ایک نشان، ایک مستقل عذاب تھا۔ خون کی بارش،
فرعونی سکہ کی ناقدری اور اوس کا زوال، یہ مسلسل ایسی چیزیں تھیں کہ
گوشِ ہوش، چشمِ بینا، اور سمجھدار دل رکھنے والا اچھی طرح سمجھ جائے۔
مگر ان چیزوں کا نہ فرعون پر کچھ اثر ہوا اور نہ اوس کے ساتھی اس سے
متاثر ہوئے۔ اونھوں نے ہماری کُل کی کُل آیات کو جھٹلایا اور ہر ایک کی
تکذیب کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اون کو اپنی گرفت میں لے لیا اور
ایسا گرفتار عذاب کیا کہ کوئی بھی نہ چھوٹ سکے خدائے عزیز و مقتدر کی
گرفت جس شان کی ہو سکتی ہے کہ کوئی چیز اوس کو عاجز نہیں کر سکتی اور نہ
اس ارادے سے اوس کو روک سکتی ہے۔ جب تباہی آئی تو فرعون اور اوس کا
تمام لشکر خود موت کے منہ میں گھس آیا۔ اور چشم زدن میں سب کے سب
بحر قلزم یا دریائے نیل میں غرقاب ہو گئے۔

غرقِ فرعون میں حکمت فرعون کو غرقابی کا عذاب عجب نہیں اس

بنا پر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جب ولادت باسعادت عمل میں آئی تھی تو اللہ سبحانہ نے آپ کو اسی پانی کے ذریعہ فرعون کے محل میں پہنچایا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اوس میں سے نکالا گیا۔ آپ کی پرورش یہاں ہونے لگی یہاں تک کہ آپ نے ہوش سنبھالا جوان ہوئے اور سن رشد کو پہنچے۔ اس عرصہ مدت میں آپ سے کیا کیا کرامات و معجزات، خوارق عادات، انوار و فیوض و برکات، اوس نے نہ دیکھے ہوں گے۔ ایک نبی اللہ و رسول اللہ کا وجود باجود غور کیجئے کیسے کیسے عجائبات، مشاہدات و آیات کا حامل نہ ہوگا مگر اس حرماں نصیب نے کچھ بھی قدر نہ جانی۔ غرور و تکبر اوس پر اتنا غالب رہا کہ اس کے آگے کسی کی کوئی قدر و منزلت اس کے دل میں پیدا نہ ہو سکی۔ آخرالامر وہی پانی جس سے حیات عالم وابستہ ہے اور اللہ سبحانہ نے جس کی نسبت فرمایا ہے :- وجعلنا من الماءِ کلّ شیئٍ حیّ۔ ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی ہی سے بنایا ہے"۔ وہی پانی فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اور آل فرعون نے اللہ سبحانہ کے رسولوں اور اُن پر نازل شدہ کتابوں کی جو تکذیب کی اور اس بنا پر اون کا

جو حشر ہوا اون کی سرگذشت سنانے کے بعد اب مکہ کے رہنے والے (کفارِ قریش) سے خطاب ہو رہا ہے :—

54-43 أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ[1] فِي الزُّبُرِ[2]

54-44 أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ

54-45 الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ[3] وَأَمَرُّ[4] ۝

54-46

[1] البرآءة السلامة من الذنب والعيب وغيرهما والتخلص من الشبهة ومنه البرآءة لخط الابراء وخط الانعام من الملك ج براءات (محیط المحیط) گناہ یا عیب وغیرہ سے محفوظ رہنے اور شبہہ سے چھوٹ جانے کو براءۃ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر ابراء نامہ کو براءۃ کہتے ہیں نیز بادشاہ کی طرف سے جو خط انعام لکھا جاتا ہے اوس کو بھی براءۃ کہتے ہیں ؎

[2] کل کتاب غلیظ الکتابة یقال له زبور وقیل کل کتاب صعب الوقوف علیه من الکتب الالهیة جمع علی زبر (مفردات) تاکیدی تحریر کو زبور کہتے ہیں۔ نیز کتب الٰہیہ میں سے ہر وہ کتاب جس پر اطلاع پانا دشوار ہو اس کی جمع زبر آتی ہے —

[3] الدهاء النكر وجودة الرأى والادب الدَّهِيُّ العاقل۔ والداهية

اب تم میں جو منکر ہیں کیا یہ بہتر ہیں اُن سب سے یا تم کو برأت لکھ دی گئی ہے ورقوں میں؟ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا' قریب میں یہ مجمع شکست کھا جائے گا اور بھاگ جائیں گے پیٹھ پھیر کر' بلکہ قیامت کی گھڑی ہے اون کے وعدے کا وقت' اور وہ گھڑی' بڑی آفت ہے اور بڑی تلخ "

اکفّارکم خیر کی پہلی تفسیر	أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ مِنْ

(بقیہ حاشیہ ۳ سے صفحہ گذشتہ)

ذوالدھی والدھاء والتاء فیه للمبالغة والداهیة الامر العظیم والمنکر من الامور ج دواہ۔ (محیط المحیط) دشوار گزار کام جس کو طبیعتیں پسند نہیں کرتیں اوس کو دھاء کہتے ہیں۔ بہترین رائے اور حسن ادب کو بھی دھاء کہتے ہیں۔ اور عقلمند کو دَھِیّ کہا جاتا ہے۔ داھیة بڑی عقل والا' بہترین رائے اور تدبیر والا' اس کی تاء مبالغہ کے لئے ہے۔ نیز کسی بڑے کام اور ناپسندیدہ امر کو بھی داھیة کہتے ہیں۔" **فقیر** عرض کرتا ہے۔یہاں معنیٰ آخری مراد ہیں۔

ادھیٰ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

۴ اَمَرُّ ۔ اس کی تحقیق ذومِرّۃ اور مستمرّ کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکی۔

خطاب ہے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں :۔

ایک یہ کہ مخاطب کفار ہیں خواہ مکہ کے رہنے والے یعنی قریش یا پورے جزیرۃ العرب کے باشندے۔ کیوں کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اوس وقت تک مکہ کے قریش ہی مسلمان نہیں ہوئے تھے تو دیگر قبائل عرب کے اسلام کا کیا ذکر؟ **فقیر** کے نزدیک یہی قول مرجح ہے کیوں کہ کلام مابعد سے اس کو زیادہ مناسبت ہے۔

دوسری تفسیر دوسرا قول یہ ہے کہ خطاب اہل اسلام سے ہے یعنی تمھارے زمانہ کے یہ کفار کیا امم سابقہ کے کافروں سے باعتبار شان و شوکت مال و دولت، حکومت و سلطنت بہتر ہیں اور کیا یہ اون سے بڑھے چڑھے ہیں کہ اون امم سابقہ پر اللہ کا جو عذاب آیا تھا اوس کو وہ ٹال نہ سکے تو یہ لوگ جن کی نہ تو کوئی شان و شوکت، نہ مال و دولت، نہ حکومت و سلطنت یہ اون کے مقابلہ میں نہایت کمزور اور عاجز ہیں۔ اگر ان پر عذاب آئے گا تو یہ اوس کو کس طرح ٹال سکیں گے؟

خیر کی تفسیر اسی طرح خَیْرٌ کی تفسیر میں بھی دو قول ہیں:۔ ایک تو وہی تفسیر جو اوپر گزری کہ امم سابقہ کے مقابلہ میں یہ کمزور اور عاجز ہیں۔

جب اون پر سے عذاب الہٰی ٹل نہ سکا تو اِن پر سے کیوں کر ٹل سکیگا؟ دوسرا قول یہ کہ کیا اِن کا کفر و عناد سابقہ امم کے کفر و عناد سے کم ہے کہ اون پر ایسے سخت سخت عذاب آئے تھے مگر اِن پر ایسے سخت عذاب نہ آئیں گے۔ جو حال امم سابقہ کا اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام اور اونکی کتابوں کے ساتھ تھا ان کا حال بھی کفر و عناد میں اون سے کم نہیں ہے لہٰذا ایسا خیال پیدا ہونے کی گنجایش ہی نہیں کہ جیسا عذاب اون پر آیا تھا اِن پر نہ آئے گا۔ دونوں کے احوال ملتے جلتے ہیں۔ اور یہ بھی اون کے نقش قدم پر چل رہے ہیں لہٰذا اِن کو یقین رکھنا چاہیئے کہ ان کا بھی وہی حشر ہوگا اور ہم ان کو بھی اوسی طرح مبتلائے عذاب کریں گے۔ ہمارے مقابلہ میں ان کی ایک نہ چلیگی۔ آن سے دوسرا سوال یہ ہے:—

ام لکم براٰءۃ کی تفسیر | اَمۡ لَکُمۡ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ۔ یا تم کو سابقہ کتب الٰہیہ میں کوئی براءت نامہ لکھ دیا گیا ہے کہ کفر و عناد کی سزا امم سابقہ کی طرح کفار قریش یا کفار عرب کو نہیں دی جائے گی۔ خواہ یہ کیسی ہی شرارتیں کریں اور کتنے ہی کفر و عناد سے کام لیں۔ آخر ایسی ...

ان کو لکھ دی جانے کی کوئی وجہ؟ ولو بالفرض ایسا استثناء ان کو دیا بھی گیا ہے تو کتب الٰہیہ (توریت، انجیل، زبور، صحف ابراہیمؑ، صحف موسیٰ وغیرہ) میں کہیں ایسا لکھا ہوا ہے تو یہ اس کو پیش کریں۔ جب ایسا نوشتہ دیا جانیکی کوئی وجہ نہیں اور نہ واقعۃً ایسا لکھ دیا گیا ہے تو یہ کیا پیش کرسکیں گے؟

اس کے بعد کفار قریش وعرب سے تیسرا سوال یہ کیا جارہا ہے:۔

نحن جمیع منتصر کی تفسیر | اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔

"یا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں بدلہ لینے والی"۔ یعنی اون کا کہنا یہ ہے کہ ہماری ایک خاص شان وشوکت ہے اور ہم ایسے باتدبیر اور صاحب رائے ہیں اور ہمارا باہمی اتفاق واتحاد ایسا ہے کہ اوس کو دیکھ کر کوئی ہمارے مقابلے کو اٹھ نہیں سکتا اور اگر کوئی اٹھا بھی تو ہمارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ ہم ہی سب پر غالب آتے ہیں ہم پر کوئی غلبہ پا نہیں سکتا۔

ابوجہل کی بدر میں ہلاکت | کہتے ہیں کہ ابوجہل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ کے لئے ایک کمیت گھوڑا پال رکھا تھا۔ روزانہ اوسکو اچھی خوراک دیتا۔ اور حلف اوٹھائی تھی کہ وہ آپ کا کام (خاکش بدہن) تمام کردے گا۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں ابوجہل لعین اوس گھوڑے پر سوار ہوکر آیا۔

اورلاف زنی کرنا شروع کی کہ آج ہم محمد ؐ اور اون کے ساتھیوں پر غالب آجائیں گے۔ جب مقابلہ ہوا تو معاذ رضؓ و معوذ رضؓ بن عفراء جو نوجوان انصاری لڑکے تھے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ چچا جان! (یہ کلمہ صرف بلحاظ بزرگی کہا گیا ہے ان سے رشتہ نہ تھا) ان کافروں میں ابوجہل کون ہے ذرا ہم کو بتا دیجئے۔ حضرت ابن عوف رضؓ نے فرمایا :- بابا تم کیا کروگے وہ دیکھو گھوڑے پر سوار آرہا ہے۔ یہ سنتے ہی ان دونوں نے اوس کا رخ کیا۔ چیتا یا باز جس طرح شکار پر حملہ آور ہوتا ہے ایسا ہی یہ اوس پر لپک کر گئے اور چشم زدن میں اوس پر ایسے وار گئے کہ وہ گھوڑے سے نیچے آرہا ابھی کچھ جان باقی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ آپہنچے اور اوس کا سر کاٹ لینا چاہا ابوجہل کہنے لگا کہ مونڈھوں کے پاس سے کاٹ لیں۔ اوس کی غرض یہ تھی کہ جب مقتولین کے سر زمین پر سلسلے سے رکھے جائیں گے تو ابوجہل کا سر سب سے اونچا رہے۔ ابن مسعود رضؓ نے اوس کا سر گدی کے پاس سے کاٹ لیا تا کہ اوسی کا سر سب سے نیچا رہے۔ آں حضرت نے مشاہدہ فرمایا تو ارشاد ہوا مات فرعون ھذہ الامۃ۔ اس امت کا فرعون ہلاک ہوا " اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے :-

ایک نکتہ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ـــ یہ جماعت عنقریب شکست کھا جائیگی اور پیٹھ پلٹ کے بھاگ جائے گی۔" اس آیہ کریمہ میں سابقہ آیات کی طرح کفار کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ بجائے صیغہ خطاب کے صیغہ غائب ارشاد ہوا ہے اس میں یہ نکتہ ہے کہ کافروں نے جب اللہ سبحانہ کی ہدایت سے روشنی حاصل نہیں کی تو ان کو لائق خطاب ہی نہیں سمجھا گیا۔

قرآن کریم کی پیشین گوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :ـــ لما نزلت سیھزم الجمع ویولون الدبر کنت لا ادری ای جمع فلما کان یوم بدر رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس الدرع ویقول سیھزم الجمع ویولون الدبر فعرفت تأویلھا۔ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ یہ کونسی جماعت ہے جس کی ہزیمت خوردنی کا بیان ہو رہا ہے بدر کے دن میں نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرہ زیب تن فرماتے ہوئے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اوس دن مجھے اس آیت کی تفسیر معلوم ہوئی " یہ ہر دو روایات بخاری شریف میں بھی موجود ہیں۔

یہ بھی قرآن کریم کا ایک معجزہ اور پیشین گوئی ہے کہ یہ آیت کریمہ تو مکہ میں اتری اس کے نزول سے سات سال بعد اور مدینہ میں ہجرت سے ایک سال بعد واقعہ بدر پیش آیا۔ جس میں قرآن کریم کی پیشین گوئی کے مطابق حالات رو نما ہوئے۔ ابو جہل اور اوس جیسے (۷۰) سرغنے مارے گئے اور (۷۰) سربرآوردہ افراد گرفتار ہوئے اور مابقی نے پیٹھ پلٹا کے راہ فرار اختیار کی۔ اس طرح قرآنی معجزہ ظاہر ہو کر رہا۔ اسی پر ختم نہیں آگے ارشاد ہو رہا ہے:—

الساعة ادهی وامرّ کی تفسیر

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۔ بلکہ ان کے وعدے کا وقت ساعت قیامت ہے اور وہ ساعت (کفار کے حق میں) ایک آفت اور بہت ہی تلخ ساعت ہے "۔ یعنی بدر میں جو برا وقت ان کافروں پر آیا کہ ایک ہزار کا مسلح لشکر جو ہر قسم کے اسلحہ اور رسد و کمک سے مستحکم تھا۔ مسلمانوں کے (۳۱۳) نہتے اور ظاہری طور پر بے یار و مددگار۔ افراد کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکا۔ اور ایسی شکست فاش اوٹھائی کہ صفحات تاریخ اوس کو کبھی بھلا نہ سکیں گے۔ یہ سزا جو اللہ سبحانہ کی طرف سے کافروں کو دی گئی یہ تو معمولی سزا تھی۔ اصل سزا کا

وقت تو ساعت قیامت ہے اس روز جو کافروں کی گت بنے گی اوس کو اہل محشر دیکھیں گے جب کہ اولین و آخرین سب جمع رہیں گے۔ بدر میں تو صرف صناد ید قریش کا قتل، او رقید و بند اور ما بقی افراد کی ہزیمت تھی۔ قیامت میں اون کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوگا۔

کارِ خیر میں تاخیر نہ ہو ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ بادروا بالاعمال سبعا ما ینتظر احدکم الا غنی مطغیا او فقرا منسیا او مرضا مفسدا او ھرما مفندا او موتا مجھزا او الدجال والدجال شر غائب ینتظر او الساعۃ والساعۃ ادھی وامر۔ (ابن المبارک، ترمذی، حاکم، ابن مردویہ) جو کام کرنے کے ہیں یعنی اعمال صالحہ، اون کو جلد کر گزرو (حالت منتظرہ میں چھوڑ نہ رکھو) انتظار کرتے رہو گے تو تمھارا انتظار ان سات (۷) احوال سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو انتظار ہوگا سرکش بنانے والی تونگری کا، یا پیچھے ہٹانے والی محتاجی کا، یا خرابی پیدا کرنے والی بیماری کا، یا ہلاک کرنے والے بڑھاپے کا، یا اوٹھا لیجانے والی موت کا، یا دجال کا جس کا انتظار رہے۔ اور دجال تو بہت بڑا

شر ہے جو ابھی آیا نہیں ہے غائب ہے' یا قیامت کا اور قیامت کی گھڑی تو
بڑی آفت ہے اور نہایت تلخ تر ''

امۃ دعوت کی دنیوی و اخروی سزا معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ
حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا:۔ ان اللہ جعل عقوبۃ
ھذہ الامۃ السیف وجعل موعدھم الساعۃ والساعۃ ادھی وامر
(ابن مردویہ) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس امت کی سزا' (جو دنیا میں
دی جاتی ہے) تلوار رکھی ہے اور آخرت کی سزا ساعت قیامت قرار
دی ہے اور قیامت تو بہت بڑی آفت ہے اور وہ سب سے تلخ تر ہے''
فقیر عرض کرتا ہے یہاں امت سے امت دعوت مراد ہے جس میں یہود'
نصاریٰ' مجوس' مشرکین اور کفار' سب ہی داخل ہیں اور یہ دنیوی و
اخروی سزا انھیں کے لئے بیان فرمائی گئی ہے۔ واللہ اعلم ۔ وہ
سزائے اخروی کیا ہے؟ ارشاد ہے:۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۘ﴿۱﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ 54-47
فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۲﴾ اِنَّا كُلَّ 54-48 54-49

۱؎ السعر التھاب النار وقولہ عذاب السعیر ای حمیم فھو فعیل

شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ 54-50
بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ 54-51
54-52
وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ 54-53

(بقیہ حاشیہ لہ صفحہ گزشتہ) فی معنی مفعول وقال تعالی انّ المجرمین فی ضلال وسعر (مفردات) آگ کے بھڑکنے کو سعر کہتے ہیں۔ عذاب السعیر سے گرم پانی کا عذاب مراد ہے یہاں فعیل بمعنی مفعول ہے فی ضلال و سعر سے بھی یہی مراد ہے"

والسُعُر الجنون وفی سورة القمر ان المجرمین فی ضلال وسعر ای فی عناء وعذاب۔ وفی الکلیات کل سعیر فی القرآن فھو النار الا فی ضلال وسعر فان المراد العناء (محیط المحیط) سُعُر کے معنی جنون کے ہیں۔ سورۂ قمر میں فی ضلال وسعر سے مراد "رنج اور عذاب میں ہوتا" ہے۔ اور کلیات میں ہے کہ قرآن میں سعیر جہاں بھی ہے اس سے آگ مراد ہے۔ مگر فی ضلال وسعر سے مراد رنج ہے"

لہ اصل السحب الجر کسحب الذیل والانسان علی الوجہ ومنہ السحاب اما لجر الریح لہ او لجرہ الماء او لانجرارہ فی المر قال تعالی یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم۔ (مفردات) سحب کے

یقین جانو کہ گنہگار غلطی میں ہیں اور سوداہیں، جس دن گھسیٹے جائیں گے

(بقیہ حاشیہ ۲ صفحہ گزشتہ)

لغت میں گھسیٹنے کے ہیں۔ جیسے دامن گھسیٹنا، اور انسان کو اوندھے منہ گھسیٹنا۔ ابرکو سحاب اس لئے کہتے ہیں کہ اوس کو ہوا کھینچ لاتی ہے یا وہ پانی کو کھینچ لاتا ہے یا وہ خود ہی بوقت روانی کھنچتا چلتا ہے۔ ارشاد باری یسحبون فی النار سے اوندھے منہ گھسیٹے جانا مراد ہے "۔

۳ المس کاللمس لکن اللمس قد یقال لطلب الشیٔ و ان لم یوجد والمس یقال فیما یکون معه ادراك بحاسة اللمس ۔ والمس یقال فی کل ما ینال الانسان من اذی۔ (مفردات) مسّ کے معنی چھونا ٹٹولنا، تقریباً لمس کا ہم معنی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کسی چیز کو طلب کریں اور وہ نہ ملے تو بھی اوس کو لمس کہتے ہیں۔ اور مس میں اوس کا ملنا اور حاسہ لمس سے اوس کا ادراک ہونا ضروری ہے۔ نیز مسّ کا اطلاق انسانی اذیت کے موقع پر ہی ہوتا ہے "۔

۴ سقر من سقرته الشمس ای لوحته و آذته وجعل سقر اسم علم لجھنم۔ (مفردات) سقر سے سقرته الشمس محاورہ بنا ہے۔

آگ میں اوندھے منہ، چکھو مزا آگ کا، ہم نے ہر چیز بنائی ٹھیک انداز سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یعنی آفتاب نے اوس کو جھلسا دیا اور اوس کو ایذا پہنچائی۔ سقر جہنم کا نام ہے"

وسقر علم لجهنم ولذلك لم يصرف من سقرت النار اذا لوحته

وفي سورة القمر ذوقوا مس سقر اى حر النار والمها۔ (محیط المحیط)

سقر جہنم کا نام ہے اسی وجہ سے یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سقرت النار سے ماخوذ ہے

جبکہ آگ اوس کو جھلسا دے تو یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے۔ سورۂ قمر میں مس سقر سے

دوزخ کی گرمی اور اوس کی تکلیف مراد ہے"

ل ۵ اللمح لمعان البرق ورأيته لمحة البرق قال تعالى كلمح بالبصر ويقال

لا رأينك لمحا باصرا اى امرا واضحا۔ (مفردات) بجلی چمکنے کو لمح کہتے ہیں۔

اسی سے رأيته لمحة البرق محاورہ ہے یعنی اوس کو میں نے بجلی کی چمک کی طرح دیکھ

لیا۔ ارشاد باری کلمح بالبصر سے پلک جھپکنے کی مقدار مراد ہے۔ نیز لا رأينك لمحا

باصرا کا محاورہ اوس وقت کہا جاتا ہے جب کہ کسی چیز کو واضح اور عیاں طور پر

صاف دکھا دیا جانا منظور ہو"

۶ الشيعة من يتقوى بهم الانسان وينتشرون عنه يقال شيعة

اور ہمارا کام تو بس ایک لمحہ کی بات ہے جیسے پلک کا جھپکنا' اور ہم برباد کر چکے ہیں تمھارے ساتھیوں کو' پھر کوئی ہے سوچنے والا' اور جو چیز انھوں نے کی ہے اعمال نامہ میں ہے' اور ہر چھوٹا بڑا (کام) لکھا جا چکا۔

مخصوص اقوام کے احوال بیان کرنے کے بعد اب خطاب عام ہو رہا ہے کہ "مجرمین" خواہ وہ اولین سے ہوں یا آخرین سے' کفر و شرک میں مبتلا ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳۶)

وشیع واشیاع قال تعالیٰ ولقد اھلکنا اشیاعکم۔ (مفردات) شیعہ وہ لوگ جن کے ذریعہ انسان کو تائید و تقویت ہوتی ہے اور وہ بھی اوس سے خوش ہوتے اور اوس کی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں۔ شیعۃ کی طرح اِن کو شِیَع اور اشیاع بھی کہا جاتا ہے ارشاد باری ہے :۔ ولقد اھلکنا اشیاعکم۔ ہم نے تمھارے ساتھیوں اور ہم خیال لوگوں کو پیشتر بھی برباد کیا ہے "۔ شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ والشیعۃ ایضا الفرقۃ علی حدۃ و تقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمونث۔ (محیط المحیط) انسان کے شیعہ اوس کے متبعین اور مددگار۔ نیز شیعہ جداگانہ فرقہ کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق' واحد' تثنیہ' جمع' مذکر' مونث' پر بھی ہوتا ہے "۔

یا کسی اور جرم میں گرفتار ضابطۂ الٰہی اور قانون قدرت کی رو سے اون کی
مجرمانہ زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ غلطی میں پڑے ہوئے گمراہی کی حالت میں
اِدھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں کہیں ٹھوکر کھا رہے ہیں کہیں اوندھے مُنہ
گر رہے ہیں۔ نہ ان کا کوئی ضابطۂ حیات ہے نہ کوئی لائحہ عمل۔ کم ازکم
ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ضلالت کی تاریکی میں حیران و سرگرداں ہیں۔ اور
اپنی عمر عزیز اسی حیرانی و پریشانی میں ضائع کر رہے ہیں یہ تو اون کی حیات
دنیا ہے اور جب یہ دار آخرت میں اسی حال کے ساتھ آئیں گے تو ایک سعیر
(دوزخ) نہیں بلکہ کئی سُعُر سے ان کو سابقہ پڑے گا کیوں کہ لھا سبعۃ
ابواب۔ دوزخ کے (۷) سات دروازے ہیں" ہر باب میں نوعیت جرم
کے لحاظ سے جداگانہ عذاب رکھا گیا ہے۔ مجرمین اولین کو تو اوس سے
سابقہ پڑیگا ہی۔ اسی طرح آنے والی نسلیں اگر وہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر
چلیں گی تو ان کا حال بھی وہی ہوگا۔ لہٰذا ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ
وہ اس گمراہی کو چھوڑ دیں اور راہ ہدایت اختیار کریں تاکہ اون کی دنیا
و آخرت درست ہو ورنہ دارین میں خسارہ ہی رہیگا۔ اوس دن تمام
مجرمین اولین و آخرین کو اون کے منہ کے بل گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں

پھینک دیا جائے گا اور فرشتہ بحکم الٰہی پکار کر کہے گا ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ۔ "چکھو مزا آگ کا" دوزخ کی آگ میں کیا حال ہوگا اوس کا اندازہ' یہاں کی آگ کو ہاتھ لگانے سے ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی اس کی تاب لاسکتا ہے تو اوس آگ کی تاب بھی لاسکنے کا قیاس ہوسکتا ہے اگرچہ یہ قیاس بھی درست نہیں کیونکہ آخرت کی آگ' دنیا کی آگ سے (۷۰) درجہ بڑھی ہوئی ہے لیکن جب یہیں کی آگ پر تاب لانا نہیں ہوسکتا تو پھر کیا توقع ہوسکتی ہے کہ کوئی وہاں کی آگ کے مقابلہ میں ٹھہر سکے گا۔

یہیں سے یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ ایسے مجرمین کو گرفتار کیوں نہیں کر لیا جاتا اور کیوں اون کو ایسی آزادی دی گئی ہے کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک وہ دنیا میں جرائم کا ارتکاب کرتے اور فساد پھیلاتے پھرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ' ہر چیز کو ہم ہی نے پیدا کیا ہے پھر ہر چیز کو ہم نے ایک مخصوص اندازے سے بنایا ہے" کسی مہذب حکومت کا یہ طریقۂ عمل نہیں ہوسکتا کہ کسی مجرم کو اول الامر ہی دار پر چڑھا دے اور پھانسی دے دے بلکہ وہ اپنا ایک قانون اور ایک ضابطہ بناتی اور اوس کی اشاعت کرتی ہے۔ اوس میں جملہ اچھے بُرے

اعمال و افعال کی صراحت ہوتی ہے۔ نیز اون کے نتائج کی وضاحت کی جاتی ہے اس کے بعد رعایا کو آزاد چھوڑ کر اون پر نگرانی قائم ہوتی ہے۔ مشتبہ افراد پر خاص نگرانی رکھی جاتی ہے موقع دیا جاتا ہے کہ ہر شہری اپنے اعمال و خیال کی اصلاح کرے لیکن اگر کوئی اس جانب متوجہ نہ ہو اور خلاف ورزی قانون ہی کو اپنا مسلک بنالے اور ارتکاب جرائم کی عادت کرلے تو حکومت بھی ان کی دار و گیر، تفتیش و تجسس سے نہیں چوکتی دریافت و بازپرس اور اثبات جرم کے بعد کیفر کردار کو پہنچاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ قدریہ کے جواب میں نازل ہوئیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں چنانچہ آپؓ راوی ہیں : ــــــ

جاء مشرکوا قریش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخاصمونہ فی القدر فنزلت یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم ذوقوا مس سقر، انا کل شیئ خلقنٰہ بقدر، (امام احمد، مسلم، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردویہ) مشرکین قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے اور مسئلہ تقدیر میں آپ سے بحث کرنے لگے اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ فقیر عرض کرتا ہے اسی مضمون کی روایات، مسند بزار،

ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن شاہین، ابن مندہ، باوردی، خطیب، ابن عساکر، ابن عدی، دیلمی، سعید بن منصور، طبقات ابن سعد میں، عمرو بن شعیب، ابو امامہ، زرارہ ابن ابی اوفی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہیں جن سے ایک دوسرے کی تائید ہوتی ہے۔ نیز تقدیر کے باب میں ابن عمر، حذیفہ بن الیمانؓ، ابو عبدالرحمٰن سلمی، عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں جن سے مجموعی طور پر حدیث بالقدر کو درجہ شہرت و تواتر معنوی حاصل ہوتا ہے واللہ اعلم۔

الحاصل تقدیر کا مسئلہ جزو ایمان ہے۔ اس کا ثبوت کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع امت سے ہے اس کے منکر کا دائرہ ایمان و اسلام میں کوئی مقام نہیں تقدیر کے ثبوت اور منکرین قدر کی مذمت میں جو احادیث شریفہ وارد ہیں یہاں بطور نمونہ چند نقل کی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ان احادیث نبوی سے اہل اسلام کی رہنمائی ہوگی۔ ورنہ موجودہ دور میں بھی بعض طبقات سے ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں نعوذ باللہ منھم۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ خلق اللہ الخلق کلّھم بقدر، وخلق اللہ الخیر والشرّ بقدر۔ (ابن جریر، ابن المنذر) اللہ سبحانہ نے تمام مخلوق کو

ایک اندازے سے پیدا کیا' اور اللہ نے خیر و شر کو بھی ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا۔" مطلب یہ کہ ساری مخلوقات اور جملہ خیر و شر دائرہ تقدیر میں ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا:۔ کلّ شیئ بقضاء وقدر حتّی وضعك یدك علی خدّك۔ (تاریخ بخاریؒ) ہر چیز قضا و قدر سے ہے یہاں تک کہ تمھارا اپنے رخسار پر ہاتھ رکھنا بھی اس کے تحت ہے۔"

ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل شیئ بقضاء وقدر حتی العجز والکیس (مسلم شریف) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز قضا و قدر کے تحت ہے یہاں تک کہ کوتاہی اور دور اندیشی بھی۔"

عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں:۔ سمعت باذنیّ ھاتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انّ اوّل ما خلق اللہ القلم قیل اکتب لابدّ قال وما لابدّ قال القدر قال وما القدر قال تعلم ان ما اصابك لم یکن لیخطئك وما اخطأك لم یکن لیصیبك ان متّ علی غیر ذلك دخلت النار۔ (ابن مردویہ) میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے سنا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب

پہلے قلم پیدا کیا اوس سے کہا گیا کہ لابدی چیزوں کو لکھ۔ اوس نے کہا وہ کیا چیزیں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تقدیر۔ اوس نے کہا تقدیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ جاننا چاہیئے کہ جو چیز تم کو مل چکی وہ کبھی رہ جانے والی نہ تھی۔ اور جو رہ گئی وہ کبھی تم کو ملنے والی نہ تھی۔ اگر تم اس کے خلاف کسی عقیدہ پر مروگے تو دوزخ میں جاؤگے۔"

حذیفہؓ فرماتے ہیں:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل امۃ مجوسا وان مجوس ھذہ الامۃ الذین یقولون لا قدر، فمن مرض فلا تعودوہ وان مات فلا تشھدوہ وھم من شیعۃ الدجال حق علی اللہ ان یلحقھم بہ۔ (امام احمدؒ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوس وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ لہذا ان میں سے جو بیمار ہو جائے تم اوس کی بیمارپرسی کو نہ جاؤ اور اگر وہ مر بھی جائے تو تم اوس کے جنازے میں شریک نہ ہوتا۔ وہ دجال کے ساتھی ہیں۔ اللہ سبحانہ نے خود پر لازم فرمالیا ہے کہ اون کو اسی کے ساتھ ملادے۔"

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجئۃ والقدریۃ انزلت فیھم آیۃ من کتاب اللہ ان المجرمین فی ضلال وسعر الی آخر الایۃ ۔ (ابن مردویہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جن کا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہیں ۔ ایک مرجیہ' دوسرا قدریہ' ان کے بارے میں کتاب اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی ہے :۔ "ان المجرمین فی ضلال وسعر تا آخر" فقیر عرض کرتا ہے مرجیہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ تقدیر ہے اب کسی عمل کی ضرورت نہیں ۔ اور قدریہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کچھ نہیں جو کچھ ہے انسان کا عمل ہے ۔ یہ دونوں فریق اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں ۔ معتدل قول یہ ہے کہ سب کچھ تقدیر سے ہے انسان کو ہر اچھے کام میں لگا رہنا اور ہر برے کام سے دور رہنا چاہیئے ۔ اسی کا نام تقوی ہے اور مومن کا تقوی بھی اوس کی تقدیر ہے

ابن عباسؓ ابتدائً فرماتے تھے :۔ انی لاجد فی کتاب اللہ قوما یسحبون فی النار علی وجوھھم یقال لھم ذوقوا مس سقر لانھم کانوا یکذبون بالقدر وانی لا اراھم فلا ادری اشیئ کان قبلنا ام شیئ فیما بقی ۔ (ابن جریر) میں کتاب اللہ میں ایک قوم کو

پاتا ہوں جن کو اوندھے منہ دوزخ کی طرف گھسیٹا جائیگا اور اون سے کہا جائیگا کہ دوزخ کا مزا چکھو۔ مگر اس کے مصداق کون ہیں وہ مجھے موجودہ لوگوں میں نظر نہیں آتے ہیں۔ اب میں نہیں بتا سکتا کہ کیا یہ لوگ ہم سے پہلے تھے یا آئندہ آنے والے ہیں۔"

قدریہ کا حشر آپ نے یہ بھی فرمایا:۔ انہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیامۃ امر اللّٰہ منادیا ینادی این خصماء اللّٰہ فیقومون مسودۃ وجوھھم مزرقہ عیونھم مائلا شفاھھم یسیل لعابھم یقذرھم من راٰھم فیقولون واللّٰہ یا ربنا ما عبدنا من دونک شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما لقد اتاھم الشرک من حیث لا یعلمون ..... ھم واللّٰہ القدریون ثلاث مرات (ابن مردویہ) آپ نے حضرت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت ہوگی تو منادی کو اللّٰہ سبحانہ کا حکم ہوگا وہ ندا کرے گا کہ اللّٰہ سبحانہ کی مخالف جماعت کہاں ہے۔ ساتھ ہی چند لوگ اوٹھیں گے سیاہ چہرے والے، نیلی آنکھوں والے، جن کے ہونٹ لٹکے ہوئے ہوں گے اون کا لعاب بہتا ہوگا

جو کوئی اون کو دیکھے گا اون کو پلید سمجھے گا۔ وہ کہیں گے قسم ہے پروردگار! ہم نے نہ سورج کی پرستش کی اور نہ چاند کی، نہ کسی پتھر کی نہ بت کی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا یقیناً اون کے پاس شرک نامعلوم طریق سے آیا..... خدا کی قسم یہی قدریہ ہیں۔ اس کو تین بار فرمایا۔"

قدریہ حضرت ابن عباسؓ کی نظر میں مجاہدؒ کہتے ہیں:۔ قلت لابن عباسؓ ما تقول فیمن یکذب بالقدر، قال اجمع بینی و بینہ قلت ما تصنع بہ قال اخنقہ حتّی اقتلہ۔ (عبد بن حمید) میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ جو تقدیر کو جھٹلائے آپ اوس کے باب میں کیا فرماتے ہیں۔ اونھوں نے کہا کہ ذرا اوس کو مجھ سے ملاؤ تو۔ میں نے کہا آپ اسکو کیا کریں گے؟ فرمایا میں اوس کا گلا گھونٹ دوں گا تا آں کہ مرجائے۔"

تقدیر و تدبیر ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں:۔ لما نزلت ھذہ الآیۃ انا کل شیئ خلقنہ بقدر، قال رجل یا رسول اللہ ففیم العمل افی شیئ نستأنفہ ام فی شیئ قد فرغ منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعملوا فکل میسر سنیسرہ للیسریٰ و سنیسرہ للعسریٰ۔ (ابن جریر) جب آیہ کریمہ انا کل شیئ خلقنہ بقدر،

نازل ہوئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (جب ہر چیز تقدیر کے تحت ہے تو) عمل کا شمار کس میں ہے؟ کیا ہم اپنے عمل سے کوئی دوسرا سلسلہ شروع کر رہے ہیں یا اس کا شمار اوسی میں ہے جس سے اللہ سبحانہ فارغ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنا عمل کئے جاؤ۔ ہر شخص کیلئے اوس کا اپنا کام سہل نظر آئے گا چاہے وہ کام سہولت کا ہو یا دشواری کا۔"

فقیر عرض کرتا ہے مومن کا یہی فریضہ ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے۔ کردنی کو کرتا رہے اور ناکردنی کو چھوڑ دے اسی میں اوس کی خیر ہے یہ خیال نہ کرے کہ اوس کی تقدیر کیا ہے۔ جو کام وہ کر رہا ہے وہی اوس کی تقدیر ہے۔ اس سے آگے بڑھنا خطرناک ہے۔

مسئلہ تقدیر کی توضیح یہاں اس قدر سمجھ لینا کافی ہوگا کہ تقدیر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھلی یا بری چیز پیدا کرنے سے بہت عرصہ پیشتر اپنے کمال علم لامتناہی سے ہر چیز کا ایک اندازہ لکھ رکھا ہے علم الٰہی چونکہ کامل ہے اس لئے اوس کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے اوس میں سرمو فرق نہیں آسکتا۔ نہ کوئی چیز اوس اندازہ سے بڑھ سکتی ہے اور نہ گھٹ سکتی۔ یہ کمال علم ہے حکم سے اس کا تعلق نہیں۔ حکم کا تعلق صرف خیر سے ہے شر سے نہیں

یعنی اللہ سبحانہ کے اوامر صرف امور خیر سے متعلق ہوتے ہیں۔ ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان اللہ انصاف کا حکم دیتا ہے اور بھلائی کا۔ "لا یأمر بالفحشآء ۔ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا"۔ بلکہ ینھی عن الفحشاء والمنکر بے حیائی کے کام اور بری باتوں سے منع فرماتا ہے"۔ اب بندہ ان احکام کی تعمیل جس حد تک بھی کرتا ہے وہ اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور اسی بنا پر وہ سزا و جزا کا مستحق و مستوجب قرار پاتا ہے۔ بندے کے کام میں اللہ سبحانہ حارج و مزاحم نہیں لہذا بندے سے جو اعمال بھی صادر ہوں گے بھلے یا برے اوس کے ارادے اور اختیار سے ہوں گے۔ اللہ سبحانہ کی جانب سے اوس میں مطلقاً مزاحمت یا رکاوٹ نہ ہوگی۔ اس اعتبار سے بندہ اپنے بھلے برے کام کا آپ ہی ذمہ دار ہوگا۔ اور اسی اعتبار سے اوس کی سزا و جزا پائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ انجام جو کچھ ہونے والا ہے اللہ سبحانہ کو پیشتر سے معلوم ہے اور اوس کے ہاں لکھا ہوا ہے آخر الامر یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقدیر ایسی ہی تھی ۔ یوں ہرگز نہیں کہا جائے گا کہ حکم ہی ایسا تھا ۔ واللہ الھادی

کلمح بالبصر کی تفسیر

آمدم برسر مطلب ۔ مجرمین کی سزا کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آتا ہے تو اون کی گرفتاری اور سزا میں دیر

نہیں لگتی۔ اسی مضمون کا آگے بیان آرہا ہے چنانچہ ارشاد ہے :۔ وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر۔ اور ہمارا کام تو یہی ایک آن کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا " یعنے جیسے پلک جھپکنے میں دیر نہیں لگتی یہی حال امر الٰہی کے اجرا و نفاذ کا ہے کہ اوس میں کچھ بھی تاخیر نہیں۔ یہاں پلک جھپکنے کا ذکر محض ہماری محدود معلومات اور ہمارے محاورے کی بنا پر ہے ورنہ بعض دفعہ نازک مزاج لوگ اس میں بھی تاخیر تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا تھا انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ میں تخت بلقیس ملک سبا سے آپ کے حضور میں آپ کے پلک جھپکنے سے بھی پیشتر لا پہنچاؤں گا " چنانچہ انہوں نے ایسا ہی پہنچا دیا۔ یہ صرف علم کتاب کی برکت تھی کہ ایک انسانِ ضعیف البنیان نے ایسا کرشمہ دکھایا۔ جو خالق ارض و سمٰوات ہو اور وہ جو کتاب کا نازل فرمانے والا ہو اوس کی قدرت کاملہ کا کیا ٹھکانہ۔ جلّ جلالہ وعظم شانہ۔

اھلکنا اشیاعکم کی تفسیر ولقد اھلکنا اشیاعکم فھل من مدّکر؟ اور تم جیسوں کو ہم برباد کر چکے ہیں تو کیا کوئی سوچنے والا ہے " یہ خطاب بھی کفار قریش سے ہے کہ خدا کی کتاب اور اوس کے رسول کی تکذیب

جس طرح تم کر رہے ہو اس صفت کے لوگ تم سے پہلے بھی گزرے اور ہم اون کو ہلاک کر چکے ہیں۔ اب تم میں کوئی سوچنے سمجھنے والا ہے تو اوس کو خوب غور و فکر کر لینا چاہیئے کہ اگر یہ وتیرہ آئندہ بھی جاری رہے گا تو جو حشر امم سابقہ کے مکذبین مجرمین کا ہوا ان کا بھی ہو کر رہیگا۔ اب تم خود اپنا انجام سوچ لو۔

غور کیجئے کتنا بلیغ کلام ہے اور کس موثر انداز میں نصیحت کی جا رہی ہے کہ ابھی اصلاح حال کا موقع حاصل ہے اور یہ آخری تنبیہ دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد مخاطب نہیں کیا جائے گا۔

کل شیئٍ فعلوہ فی الزبر کی تفسیر

وکلّ شیئٍ فعلوہ فی الزبرؕ وکل صغیر و کبیر مستطر، امم سابقہ اور قریش بلکہ تمام انسانوں نے جو جو کام کئے ہیں وہ سب اون کے نامہ اعمال میں لکھے موجود ہیں۔ اور ہر چھوٹا بڑا (کام) جس کسی سے بھی صادر ہوا (اچھا یا برا) وہ بھی (لوح محفوظ میں) لکھا جا چکا موجود ہے"

کتابت اعمال

یہاں دو طرح کی کتابت کا ذکر ہے ایک یہ کہ انسان روزانہ جو کام کرتا ہے اوس کو کراماً کاتبین' اعمال نامہ میں لکھتے جاتے ہیں قیامت میں وہ اعمال نامے بھی رکھے جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ اس عالم کی آفرینش سے

قبل، اللہ سبحانہ نے اپنے کمال علم سے ہر ایک کے متعلق جو کچھ لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے وہ بھی محفوظ ہے۔ اگر دونوں کی مطابقت کی جائے تو ان میں کچھ بھی فرق نہ ہوگا۔ اب کس کی مجال ہوگی کہ اپنے کئے ہوئے سے انکار کرے یا اوس میں کسی کمی، بیشی، تقدیم تاخیر، تغیر و تحریف کا ادعا کر سکے؟ جب صورت حال یہ ہے تو خیر اسی میں ہے کہ آج ہی سے راہ مخالفت چھوڑ دے اور اپنی بندگی کا اقرار کرلے اور اوامر کی پابندی اور نواہی سے دور رہنے کی سعی کرے تاکہ اوس کا شمار مومنین، متقین میں ہو۔ مجرمین کی فہرست سے اوس کا نام خارج ہو جائے۔ پھر متقین پر جو انعامات الہٰی ہونگے اون کے مقام اعلیٰ کا ذکر فرماتا ہے۔

ان المتقین فی جنّٰت کی تفسیر | اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ 54-54
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ یقین جانو کہ پرہیزگار 54-55
لوگ (آخرکار) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ سچائی کی مجلس میں، کامل اقتدار والے مالک کے قرب میں۔" سبحان اللہ! کیا ہی سہانی جگہ ہے اور اللہ اکبر کیا قرب و وصال ہے۔

متقین کون ہیں؟ | یہاں متقین سے مراد کیا ہے؟ مفسرین کرام کے

دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ کفر و معاصی سے بچنے والے۔ دوسرا یہ کہ کفر سے بچنے والے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ اگرچہ یہ دو قول ہیں جو ابتدائی حالات کے لحاظ سے ہیں لیکن نتیجۃً دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔ آغاز اور انجام کا فرق ہے۔ کفر و معاصی دونوں سے بچنے والے' ان کا کیا پوچھنا؟ یہ اول الامر جنت میں جا پہنچیں گے ان کی فضیلت اور اولیت میں کس کو کیا کلام ہو سکتا ہے؟ اس اعتبار سے یہ تفسیر اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے۔ رہا مومنین کا دوسرا گروہ جو کفر سے تو بچا ہوا تھا لیکن میدانِ عمل میں سابقین اولین کا ساتھ نہ دے سکا۔ اس سے لغزشیں بھی ہوئیں اور خطائیں بھی' گناہ بھی سرزد ہوئے صغائر بھی بلکہ کبائر بھی حقوق اللہ بھی اوس کے ذمہ ہوں گے اور حقوق الناس بھی۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن ایمان میں فرق نہ آیا۔ کفر سے ہمیشہ دور رہا یہ گروہ ظاہر ہے کہ اول مرحلہ جنت میں نہ جا سکے گا اوسے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ حساب کتاب ہونے تک اور دیگر مراحل طے ہونے تک نہ معلوم کتنی دیر لگ جائے اور کتنا عرصہ گزر جائے۔ قیامت کا ایک دن' دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا عذاب دوزخ سے قطع نظر حساب و کتاب میں

مناقشہ یہ بھی عذاب ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے فضل وکرم سے محفوظ رکھے آمین
کیوں کہ حدیث شریف میں ہے :۔ من نوقش الحساب فقد عذب۔
اور اگر خدا نخواستہ باندازہ گناہ دوزخ بھی دکھائی گئی تو خدا جانے پھر
چھٹکارا کب ہو۔ ان ہی حالات کے پیش نظر، اصلاح عمل کی تاکید اکید
قدم قدم پر فرمائی گئی ہے اور آمنوا کے ساتھ وعملوا الصالحات
بار بار فرمایا گیا ہے۔

بہر حال مومن عاصی پر ایک وقت ضرور آئیگا کہ وہ بھی جنت میں
داخل ہوگا۔ اور یکبارگی داخلہ جنت کے بعد پھر اوس کو وہاں سے نکالا
نہ جائے گا۔ وہ آغاز تھا تو یہ انجام ہے۔ نتیجہ کے اعتبار سے دوسری
تفسیر بھی بجائے خود درست ہے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہم نے بین القوسین
(آخر کار) لکھا ہے تاکہ دوسری تفسیر کی صحت کی جانب بھی اشارہ ہو جائے
الغرض جنت اور اوس کی نہریں جزا ہیں تقوے کی، جو متقین کو ملیگی۔

مقعد صدق کی تفسیر مقعد صدق (سچائی کی جگہ) یہ صلہ ہے
مومن کی تصدیق کا، جبکہ تمام کفار، مشرکین، منافقین وملحدین، اللہ کی
کتابوں اور اوس کے رسولوں کی تکذیب کر رہے تھے اور اوس پر اڑے

ہوئے تو مومن ان کتابوں اور رسولوں کی تصدیق کر رہا تھا اور اپنی تصدیق
پر وقت آخر تک جما رہا گو وہ گوناگوں گناہوں میں مبتلا و آلودہ رہا اس
تصدیق کی جزا اوس کو مقعد صدق کی صورت میں ملیگی اور وہ ملیک
مقتدر کے قرب میں ہوگا یہاں وہ لطف ہوگا کہ اگر یہ نہ ہو تو جنت اور
نعیم جنت کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ مگر چونکہ یہ قرب و وصال جنت میں آنیکے
بعد ہوگا اور اہل جنت ہی کو میسر ہوگا اسی لئے مومن کو جنت کا طلب گار
اور امیدوار بنایا گیا ہے۔

مقعد صدق کی فضیلت مقعد صدق کی فضیلت اس اعتبار سے بھی
ہے کہ جنت میں جو نعمتیں ہونگی اون کا دنیا کی نعمتوں پر قیاس مشکل ہے۔ پھر
اسمار کی مناسبت سے اون کا ذکر فرمایا گیا ہے نعیم جنت کی تفصیلات
قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بکثرت بیان ہوئی ہیں۔ قرب و وصال میں
جو لطف ہے اوس کو مبہم ہی رکھا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
صرف اسقدر لطیف اشارہ فرما دیا ہے کہ فیھا ما لا عین رأت ولا اذن
سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ وہاں وہ چیزیں اور وہ لطف ہوں گے جن کو
نہ کسی کی آنکھ نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کے کان کبھی اوس سے آشنا ہوئے اور نہ کسی بشر کے

قلب ہی میں کبھی اوس کا خطرہ آیا نہ اندازہ ہو سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ "لطف قرب ووصال" مقولہ کیف سے ہے۔ اور یہ قرب وصال اوس ذات سبحانہ تعالیٰ کا ہے جو بے کیف ہے۔ بے کیف کی کیفیت کس طرح بیان ہو سکے ع لطف مے تو نشناسی بخدا تا نہ چشی

اللهم انا نسئلك الشوق الى لقائك ولذة النظر الى وجهك الكريم

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے تصدق میں یہ دولت جاوید اہل ایمان کے نصیب میں رکھی ہے ہم گنہگار امتی اس پر جس قدر مسرور ہوں کم ہے۔

سعید بن المسیبؓ کا واقعہ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں:۔ دخلت المسجد وانا ارى انى اصبحت فاذا علىّ ليل طويل وليس فيه احد غيرى فنمت فسمعت حركة خلفى ففزعت فقال ايها الممتلئ قلبه فرقا لا تفرق او لا تفزع وقل اللهم انك مليك مقتدر ما تشاء من امر يكون ثم سل ما بدالك قال فما سألت الله تعالى شيئا الا استجاب لى۔ (ابن ابی شیبہ) میں مسجد میں گیا اوس وقت میرا خیال یہ تھا کہ صبح ہو چکی ہے حالانکہ ابھی بہت رات تھی اور وہاں میرے سوا کوئی نہ تھا میں لیٹ گیا تو میرے پیچھے سے کچھ آہٹ آ رہی تھی میں گھبرا گیا۔ (آنے والے نے) کہا اے وہ شخص جس کا دل خوف سے بھرا ہوا ہے

مت ڈرو یا مت گھبراؤ اور یوں کہو: اللھم انک ملیك مقتدر ما تشاء
من امر یکون ۔ اے اللہ! تو اقتدار والا بادشاہ ہے تو جو چاہے وہ ہو کر رہتا
ہے " اس کے بعد جو چاہو دعا کرو ۔ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں یہ دعا پڑھ کر
اللہ سبحانہ تعالیٰ سے میں نے جو دعا کی وہ قبول ہوئی " سعید بن المسیب تابعی ہیں
ان کے والد مسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی تھے ۔ سعید کبار تابعین میں
شمار کئے جاتے ہیں محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ ان کے مرسل احادیث بھی
مرفوع کے حکم میں ہیں ۔ اسماء حسنیٰ میں ملیك مقتدر ان دو جلیل القدر ناموں کی
برکت دیکھئے کہ کیا تاثیر رکھتے ہیں ۔ یہ اسماء ہیں ۔ مسمّی کی شان کیسے ہوگی ؟
کم از کم یہ مختصر سی دعا پیش نظر رکھئے واللہ الموفق ۔

(الحمد للہ کہ سورہ قمر کی تفسیر ختم ہوئی)

اللّٰھم انک ملیك مقتدر ما تشاء من امر یکون
وفقنا لخدمۃ القرآن الکریم کما تحب و ترضیٰ ۔
ربّنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیئ قدیر
وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۔

(۲۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ ۔ دوشنبہ)